جلد 14 شمارہ 10 ستمبر 2012ء شوال 1433ھ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:055-3862835/055-4005431

فیکس نمبر: 3736841-55-92+ ای میل: info@toheedia.net

مزید تجاویز، آراء اور مضامین اس پتہ پر بھیجیں

فہد محمود بخاری وثیقہ نویس گلی نمبر 3 تھیم کمرشل سنٹر پولیس لائن روڈ چوک کچہری ملتان

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دِل کی بات

اللہ والوں کے مکتوبات ہماری ذہنی فکری آبیاری کا بہت سامان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کوشش کی جائیگی کہ آئندہ اشاعتوں میں ایک ایک کر کے ایسے مکاتب آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں جن میں نجی امور کی بجائے عملی اور فکری نکات زیر بحث آئے ہیں ماضی میں بھی بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مکتوب بعنوان "خواجہ کے خطوط "کے سلسلہ کو پسند کیا گیا آئندہ بھی پسند فرمائیں گے۔ہم ان بھائیوں کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے خطوط کی اہم علمی دستاویز سے ہمیں مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا۔قارئین سے بالخصوص سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے منسلک بھائیوں سے استدعا ہے کہ آپ یا آپ کے احباب کے پاس خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور شیخِ سلسلہ محمد صدیق ڈار صاحب یا سلسلہ توحیدیہ کے بزرگان کے مکتوب ہوں یا تحریر موجود ہو تو براہ کرم ان نادر دستاویز،تعلیم کو محفوظ کرنے کیلئے اصل یا اسکی نقل ارسال فرمائیں اس طرح آپ ایک عظیم علمی ورثے کو آئندہ نسلوں تک منتقل کر کے عظیم کام سرانجام دیں گے۔

قرآنی و روحانی فکر پر مشتمل مجلّہ کے لئے باقاعدگی سے مضامین ارسال کرنے والے بھائی جن کے قلم خاموش ہیں وہ معیاری و مستند تحریریں ارسال کر کے اپنے فریضہ کو از سر نو شروع فرمائیں ۔تاکہ مجلّہ کے میعار کو خوب سے خوب تر کیا جائے۔

والسلام!

احمد رضا خان۔مدیر

درسِ قرآن

انفاق فی سبیل اللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 261تا 274)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (261)

ترجمہ: "جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے فراوانی عطا کرتا ہے وہ بڑی وسعت والا اور علیم بھی ہے"۔

انفاق کے معنی ہیں کسی شے کو خرچ کرنا یا کھپا دینا۔ جب یہ خرچ اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کسی کارِ خیر کے لئے کیا جاتا ہے تو اسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ وسیع مفہوم میں انفاق صرف مال خرچ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہر اُس شے کو خرچ کرنے کے لئے آتا ہے جس پر انسان کو اختیار حاصل ہو۔ گویا مال کے علاوہ جسمانی صلاحیت، اولاد، املاک وغیرہ کو اللہ کی راہ میں لگانا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے دو مدات ہیں:

i) صدقہ: بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لئے مال خرچ کرنا۔

ii) قرضِ حسنہ: اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبہ کے لئے مال خرچ کرنا۔

انفاق فی سبیل اللہ قُربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ اور منافقت کا علاج ہے جو نیکی کا اوّلین و لازمی مظہر ہے۔ انفاق کی روح اخلاص ہے۔ انفاق کرنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا اور نجاتِ اُخروی کا حصول ہونا چاہیے۔ اسلامی نظام زندگی کا آغاز فرائض واجبات سے نہیں ہوتا۔ اسلام اپنی تعلیم کا آغاز محبت، تالیف قلوب اور نیکی کی تحریک سے کرتا ہے۔ وہ انسانی شعور کو جگاتا ہے اور انسانی زندگی میں زندگی بخش جذبات کو پیدا کرتا ہے۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلاً وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ (268-69)

ترجمہ: "شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا ہوئی درحقیقت اسے بہت بڑی خیر کثیر مل گئی ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانشمند ہیں"۔

تنگدستی کا خوف اور اللہ کا فضل:

انفاق فی سبیل اللہ سے باز رہنے یا بری یا ناقص اشیاء کو راہِ خدا میں دینے کا اصل محرک نفس میں موجود برائی، خدا پر یقین کی کمی اور نفس میں آنے والے تنگدستی کے خطرات ہوتے ہیں۔ اسلئے یہاں اہل ایمان کے سامنے ان محرکات کی نشاندہی کر کے بتایا جاتا ہے کہ دلوں میں یہ وسوسے، خطرے شیطان کے پیدا کردہ ہیں۔ شیطان تمہیں تنگ دستی سے خوف زدہ کرتا ہے اور تمہارے نفوس میں حرص، بخل اور لالچ کے جذبات اُبھارتا ہے اور شیطان تمہیں بے حیائی کے کاموں اور فحشاء کا حکم دیتا ہے۔ فحشاء ہر اس گناہ کو کہتے ہیں جو حد سے گزر جائے، جاہلیت میں لوگ فاقے اور تنگ دستی کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے جو فاحشہ (بدترین برائی) ہے۔ دولت جمع کرنے کا لالچ انہیں سود خوری پر آمادہ کرتا ہے جو خود فاحشہ ہے اور انفاق فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا میں خرچ کرنے میں فاقے سے ڈرنا خود بدترین برائی ہے۔ شیطان تو تنگدستی سے خوف زدہ کرتا اور بدترین اور برے کاموں پر آمادہ کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و عطا کا وعدہ فرماتے ہیں۔

مغفرت کو فضل پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ فضل کا درجہ مغفرت کے بعد ہے، جو انفاق فی سبیل اللہ کے صلے میں ملنے والی ہر عطاء و انعام پر مشتمل ہے اور خدا بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے "وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی"۔

جس شخص میں میانہ روی اور اعتدال پیدا ہو گیا وہ برے کام نہیں کرتا اور نہ الٰہی حدود سے گزرتا ہے چونکہ اسے علتوں اور غایتوں کے ادراک کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے اس لئے معاملات کے اندازے میں بھٹکتا نہیں ہے اور اسے روشن و منور بصیرت حاصل ہوتی ہے اسلئے وہ تمام اعمال و افعال میں نیک اعمال اور نیک افعال کی جانب مائل ہوتا ہے۔

"اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں"

عقلمند وہ ہے جو یاد رکھتا ہے فراموش نہیں کرتا، باخبر رہتا ہے غافل نہیں ہوتا اور راہ راست کو اختیار کرتا ہے گمراہ نہیں ہوتا۔ عقل کا کام یہی ہے کہ ہدایت کے اشارات اور دلائل سے باخبر رہ کر ان سے فائدہ اٹھائے اور زندگی غفلت اور بے خبری میں نہ گزارے۔

یہ حکمت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، حکمت بھی اللہ کی مشیئت پر موقوف ہے اور یہ تصور اسلامی کا ایک اہم اصول ہے کہ تمام معاملات کو خدا کی مشیّت پر موقوف کر دیا جائے اس کے ساتھ ہی قرآن کریم ایک اور حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ جو شخص ہدایت کا ارادہ کرے اور اس کیلئے سعی کرے اور اس راستے میں جہاد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے محروم نہیں فرماتے بلکہ اس مقصد کے حصول میں اس کی مدد فرماتے ہیں۔ تا کہ ہدایت کی طرف متوجہ ہونے والا شخص مطمئن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت و حکمت عنایت فرماتے ہیں۔

صدقات علانیہ اور چھپا کر دینا:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (274)

ترجمہ: "جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو، چھپا کر اور علانیہ خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور ان کے لئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے"۔

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے والا کیا خرچ کر رہا ہے۔ صدقہ ہے

یا نذر رہے چھپا کر دیا جا رہا ہے، یا اس کا اظہار ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر بات سے واقف ہیں اور اپنے علم کے مطابق بدلہ دیتے ہیں ۔اگر تم خیرات ظاہر کر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو' اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور اس طرح کا دینا تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا اور خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ۔"جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، وہ اس تجارت (کے فائدے) کے اُمیدوار ہیں جو کبھی نقصان دہ نہ ہوگی ۔(فاطر 29)مالدار شخص اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے وہ نفقہ ہے، خواہ زکواۃ ہو یا صدقہ ہو یا جہاد میں مال دینا ہو، نذر بھی نفقہ کی ایک قسم ہے، نذر صرف اللہ کی مانی جا سکتی ہے، غیر اللہ کی نذر ماننا شرک اور سنگین گناہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ مومن کے تمام اعمال و حرکات سے باخبر ہے اور اسکی نیتوں اور جذبات سے بھی آشنا ہے مومن کے دل میں تقوٰی کی آبیاری کرتا ہے، وہ ڈراتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی ریا کا جذبہ پیدا نہ ہو، کوئی بخل و لالچ کا خیال نہ آئے، فقر و نقصان کا ڈر نہ ہو، مومن کو جزا یا بدلہ ملنے کا یقین ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر ادا کرتا اور خوش رہتا ہے ۔

صدقہ چھپا کر دینا زیادہ پسندیدہ ہے احسان جتا کر، تکلیف دے کر اور دکھاوا کر کے انفاق کو ضائع نہیں کرنا چاہیے ۔اگر فرض زکواۃ دی جارہی ہے تو اس کا اظہار بہتر ہے کیونکہ اطاعت اور نیکی کی اشاعت بھی خیر ہے اور اس عمل سے مومنین کے قلوب میں تقوٰی کی آبیاری ہوگی اور دلوں میں سکون و اطمینان فروغ پائے گا اور مومنین کے قلوب کا رابطہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جائے گا

اسلام نفس انسانی کی طبیعت و مزاج سے بخوبی آشناء ہے اور اس میں پیدا ہونے والے حرص کے جذبے سے بھی واقف ہے، اسلیئے اسلام مسلسل نفس کو آمادہ کرتا ہے کہ اس جذبہ حرص پر غالب آجائے اور انسانیت کے اس مقام پر پہنچ جائے جس پر اللہ تعالیٰ اسے پہنچانا چاہتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی قربت اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب دل سے مال اور دیگر علائق دُنیوی کی محبت نکل جائے ۔

تعلیم اور اِبتدائی آداب سلوک

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

سلوک کی تعلیم پر عمل کرنے سے پہلے تین باتوں کی سخت ضرورت ہے۔ اوّل طلب، دوم خلوص، سوم بیعت۔ طلب یہ ہے کہ انسان کو چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا راستہ معلوم کرنے کی اِس قدر سخت خواہش ہو کہ نہ کھانا کھایا جائے نہ پانی پیا جائے، نہ نیند آئے، نہ کسی کام میں دل لگے، ہر وقت یہی جی چاہتا رہے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا جمال روح پرور نظر آئے۔ اِس کی قربت محسوس ہو، اس کی معرفت میسر آئے۔ پھر اِس طلب کو پورا کرنے کیلئے طالب دردر مارامارا پھرے۔ جہاں کسی بزرگ کا پتہ چلے وہیں پہنچے۔ کچھ دن اِس کی خدمت کرے اور صحبت میں بیٹھے۔ اِس کی زندگی اور اس کے اخلاق کا مطالعہ کرے۔ اِس کی باتیں سنے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد جب کسی بزرگ سے عقیدہ پختہ ہو جائے تو پھر اس سے بیعت کرے۔

خلوص یہ ہے کہ دنیاوی اغراض کیلئے ہرگز بیعت نہ ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کا راستہ معلوم کرنے کی غرض سے بیعت ہو۔ اگر بیعت ہوتے وقت دل میں یہ بات ہو کہ بیعت ہونے سے میری دنیا سدھر جائے گی یا میں بھی بہت بڑا پیر بن کر مزے کروں گا تو یہ منافقت ہے خلوص نہیں ہے۔ ایسا آدمی کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

بیعت کا طریقہ یہ ہے کہ مُرشد اِس طالب کو دو رکعت نماز نفل توبہ کے پڑھنے کا حکم دے، نفل پڑھنے کے بعد طالب سجدے میں جا کر اپنے پچھلے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرلے پھر مُرشد کے سامنے دوزانو بیٹھ کر **اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ** عربی میں پڑھے۔ پھر اس کا ترجمہ اپنی زبان میں اِس طرح با آواز بلند بیان کرے۔ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اِس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، اِس بات پر کہ نیکی اور بدی کے تمام اندازے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں اور حیات بعد الموت پر

جب کہ مجھے اِن اعمال کی جزا اور سزا ملے گی، جو میں نے اِس زندگی میں کئے ہیں۔ اِس کے بعد مُرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہے کہ

''میں آپ کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آئندہ تمام کبیرہ گناہوں سے بچوں گا اور صغیرہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ میں ہمیشہ پاک صاف رہوں گا۔ نماز باقاعدہ پڑھوں گا، روزے رکھوں گا اگر روپیہ ہوا تو زکوٰۃ دوں گا اور حج کروں گا اور ضرورت پڑی تو جہاد بھی کروں گا۔ آپ کے سلسلے کے تمام آداب و قواعد کی پابندی کروں گا۔ اور آپ کا ہر حکم بے چون و چرا مانوں گا۔ اِن تمام باتوں کیلئے میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر آپ کی مدد کا طالب ہوں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں''۔

اِس کے بعد مُرشد کہے گا کہ

''میں اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہاری بیعت قبول کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو کامیاب فرمائے اور ثابت قدم رکھے''۔ آمین

پھر مُرشد کو چاہئے کہ ایک گلاس میں پانی لے کہ اِس میں سے ایک دو گھونٹ پیئے اور پھر توجہ کر کے مرید کو پلا دے۔ اگر شیرینی وغیرہ ہو تو حاضرین میں تقسیم کر دی جائے۔ نہ ہو تو کوئی ضروری بات نہیں ہے۔

ہم نے اِس غرض سے بیعت نامہ باقاعدہ چھپوایا ہے۔ ہر مرید کو اِس کی دو نقلیں دی جائیں وہ اِن میں سے ایک پر دستخط کر کے واپس کر دے جو ریکارڈ میں رہے گی اور دوسری خود رکھ لے اور وقتاً فوقتاً اِس کو پڑھا کرے حتیٰ کہ اِس کو یاد ہو جائے کہ میں کس غرض سے بیعت ہوا ہوں اور مجھ کو کیا کرنا ہے۔ بیعت کے آخری فقرے ''میں آپ کا ہر حکم بے چون و چرا مانوں گا''۔ پر اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ عہد صرف ڈسپلن قائم رکھنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ بغیر ڈسپلن کوئی جماعت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تصوّف اور سلوک چونکہ کوائف اور غیبی حقائق سے متعلق ہیں اور یہ دونوں چیزیں زبانی اور لفظی طور پر ہرگز بیان نہیں ہو سکتیں اور

مرید طرح طرح کے سوال کر کے شیخ کو پریشان کر دیتے ہیں۔ اس لئے شیخ کو اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ ان سے کہہ دے کہ جو کچھ حکم دیا جاتا ہے خاموشی سے اس پر عمل کرتے رہو زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیعت کے بعد جن باتوں کی فوراً ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

اطاعت:

بیعت ہوتے ہی انسان کی زندگی بدل جاتی ہے اور وہ بالکل دوسرا جنم لے لیتا ہے اور نیا انسان بن جاتا ہے (بشرطیکہ وہ سچا طالب ہو) اس نئی زندگی میں اس کو کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ لفظاً لفظاً شیخ کا ہر حکم بے چون و چرا مانے۔ جو جس قدر زیادہ خلوص سے حکم مانتا ہے اتنا ہی جلدی کامیاب ہوتا ہے اور اتنے ہی زیادہ بلند مراتب تک پہنچتا ہے۔ اس لئے بیعت کے بعد سب سے پہلی چیز جو اختیار کرنی چاہئے وہ اطاعت ہے۔

محبت:

اطاعت کے بعد دوسری چیز جو ضروری ہے وہ شیخ سے محبت ہے۔ ہر مرید کو بیعت ہونے کے بعد شیخ سے محبت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے یہ محبت اس حد تک بڑھ جانی چاہئے کہ خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے زیادہ محبت شیخ سے پیدا ہو جائے۔ محبت کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ مرید میں شیخ کی طاعت کا جذبہ عملی طور پر بدرجہ اولیٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو آدمی شیخ کی محبت کا تو دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے۔ اس کو شیخ سے ہرگز محبت نہیں ہے وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔

ثابت قدمی:

اطاعت اور محبت کے بعد تیسری چیز ثابت قدمی ہے۔ ثابت قدمی مشتمل ہے دو باتوں پر۔ پہلی بات یہ ہے کہ شیخ نے تم کو دین یا دنیا کے بارے میں جو ہدایات کی ہیں ان پر استقلال کے ساتھ عمل کرتے رہو اگر کچھ عرصہ تک عمل کرنے کے بعد بھی نتائج حسب دل خواہ پیدا نہ ہوں

تب بھی ہمت نہ ہارو۔عمل کئے جاؤ۔حقیقت یہ ہے کہ راہِ سلوک میں ترقی کا جلدی ہوجانا یا دیر میں ہونا شیخ کے اوپر ہرگز منحصر نہیں ہے بلکہ تمہاری اپنی سرشت اور ذہنی و روحانی بناوٹ پر منحصر ہے۔ کسی آدمی میں طالب بننے یا بیعت ہونے کے فوراً بعد ہی روحانی آثار پیدا ہونے لگتے ہیں اور کسی میں دیر میں پیدا ہوتے ہیں۔ان آثار کا جلدی پیدا کر دینا شیخ کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ محض اللہ کا کرم ہے۔وہ جب چاہے کسی کو نواز دے۔اِس لئے جن لوگوں میں روحانی آثار پیدا نہ ہوں ان کو گھبرانا اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ہاں یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جن لوگوں میں روحانی آثار دیر میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہرگز گھاٹے میں نہیں رہتے بلکہ بمصداق دیر آید درست آید ،وہ آخر میں ان لوگوں سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں جن میں آثارروحانی جلدی پیدا ہوجاتے ہیں۔

اِسی طرح شیخ دنیاوی امور کے متعلق جو حکم و ہدایت یا مشورہ دے اس پر بھی مستقل مزاجی سے عمل کرنا چاہئے۔اکثر مرید یہ خیال کرتے ہیں کہ شیخ کو ان کے نجی اور پرائیویٹ معاملات میں حکم وہدایت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ان کا یہ خیال غلط ہے۔ہر مرید کو اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ جس طرح شیخ دین اور روحانیت کے معاملے میں اس کی رہنمائی کرسکتا ہے اِسی طرح دنیاوی امور کو بھی اس سے کہیں زیادہ اچھا سمجھتا ہے اور صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔شیخ کے مشورے پر عمل کرنے سے انشاء اللہ سوائے فائدے کے نقصان نہیں ہوگا۔یاد رکھئے کہ دنیوی امور کا تعلق سراسر اخلاق سے ہوتا ہے اور اخلاق کا تزکیہ کرانا اور اعلیٰ کردار پیدا کرنا بھی تصوّف کا ایک مقصد ہے۔شیخ اخلاقی اصولوں سے جس قدر واقف ہوتا ہے مرید نہیں ہوسکتا۔اس لئے دنیوی امور میں بھی شیخ کا حکم اسی طرح ماننا چاہئے جس طرح روحانیت کے معاملات میں۔

دوسری بات جس پر ثابت قدم رہنا ضروری ہے شیخ سے عقیدت کی پختگی ہے۔اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر شیخ کی طرف سے عقیدہ میں ذرّہ برابر بھی کمی آگئی تو سارا کام خراب ہوجائے گا۔ شیخ کی طرف سے کبھی کسی قسم کی بدگمانی دل میں ہرگز نہ آنے دو۔اگر کوئی بات شیخ سے ایسی سرزد ہو

جو تمہاری رائے میں مناسب نہیں تو تنہائی میں صاف صاف طور پر شیخ سے پوچھ لو۔ مگر یہ بات چیت ادب سے بطور استفہام ہونی چاہئے۔ بحث ہرگز نہ کرو۔ عقیدے میں کمی آ جانے سے روحانی نسبت ٹوٹ جاتی ہے۔ فیض ملنا بند ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے۔

اوپر جو تین خاص باتیں بتائی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور جو آدابِ سلوک کہلاتی ہیں وہ باتیں یہ ہیں۔

آدابِ سلوک:

مرید ہو جانے کے بعد اپنے شیخ کو دنیا کے تمام بزرگوں سے افضل جانو اور کسی دوسرے فقیر یا بزرگ سے ہرگز نہ ملو۔ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر کامل بزرگ کا ایک خاص روحانی رنگ ہوتا ہے۔ جب تک تمہاری روح میں وہ رنگ پختہ نہ ہو جائے کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانے اور اس سے فیض لینے سے اپنے سلسلے کا رنگ خالص نہ رہے گا دوغلہ ہو جائے گا اور تم نہ ادھر کے رہو گے اور نہ اُدھر کے۔ اِس لئے یک در گیر و محکم گیر کے اصول پر عمل کرنا چاہئے۔

تم خواہ کتنے ہی عالم و فاضل ہو اور دنیا کا کتنا ہی تجربہ رکھتے ہو کسی لحاظ سے بھی اپنے آپ کو شیخ سے افضل نہ سمجھو ورنہ کامیابی ناممکن ہے۔ تم کو معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کتنے بڑے عالم تھے لیکن جب تک انہوں نے اپنے کتابی علم کو فراموش کر کے حضرت شمس تبریزیؒ کی غلامی کا حلقہ اپنے کان میں نہ ڈالا۔ سلوک و تصوف میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

شیخ کی عزت و احترام کو ہر وقت ملحوظ رکھو وہ موجود ہو یا نہ ہو۔ شیخ کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں سے بھی عزت سے پیش آ ؤ۔ اگر تمہارے سامنے کوئی آدمی تمہارے شیخ کی برائی کرے تو اس آدمی سے بحث و مباحثہ نہ کرو۔ اِس سے کہہ دو کہ ہم اپنے شیخ کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔

روحانیت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی بھی قوتیں عطا کر رکھی ہیں وہ انسان کی بہتری کیلئے ہی ہیں۔ ان تمام قوتوں کو اس ڈھنگ سے استعمال کرنا کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ اور نقصان کم سے کم ہو انسان کی کامیابی کی راہ ہے۔ اللہ کی دی ہوئی شریعت کسی بھی قوت کو ضائع نہیں کرنا چاہتی بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ تعمیری کام لینا چاہتی ہے۔ وہ خواہشات اور جذبات کو مٹانے کی بجائے انہیں حدود و قیود میں رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ وہ مومن کو یہ بتاتی ہے کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے بلکہ تیرے گھر آئے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے اور ساتھ ہی تفصیلی ہدایات بھی دیتی ہے کہ یہ حقوق کیا ہیں اور انہیں ادا کرنے کا احسن طریقہ کیا ہے۔ اور ان حقوق کے ادا کرنے پر بھی روحانی ترقی کا انحصار ہے۔ اللہ کے دین کی تعلیم اس قدر متوازن ہے کہ بنی نوع انسان کیلئے از سرتاپا خیر ہی خیر بن گئی ہے۔ روحانیت کے حصول کے جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ اسلام میں روحانی ترقی اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے یہ تعلیم ہرگز نہیں دی جاتی کہ اپنے جسم کو مسلسل فاقوں اور چلہ کشی کی مشقوں سے کمزور اور بے کار بنا دو، مسلسل روزے رکھو، ساری رات نوافل پڑھنے میں گزار دو، شادی نہ کرو، چپ کے روزے رکھو، ننگے رہو، دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھو یا حبس دم کی ریاضتوں میں پڑ کر سانس لینا ہی بند کر دو۔ اسلام اس دنیا میں رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا ایسا لائحہ عمل عطا کرتا ہے جس پر عمل کیا جائے تو انسان دنیا کی تمام لذتوں سے متمتع ہوتے ہوئے اور تمام حقوق احسن طریقے سے ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب کی منازل تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے چند صحابہ کرامؓ نے اللہ کی رضا کے حصول اور روحانی ترقی کے شوق میں شادی نہ کرنے، ساری رات اللہ کی عبادت

کرنے اور مسلسل روزے رکھنے کا ارادہ کرلیا ۔آپ ﷺ کوان کے ارادوں کے بارے میں اطلاع ہوئی تو ان اصحاب کوطلب کر کے پوچھا کیا تم نے ایسا ارادہ کیا ہے ۔انہوں نے اس امر کااقرار کیاتو آپ ﷺ نے انہیں اس طرز زندگی سے روکتے ہوئے ارشادفرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا شادی نہ کرنے سے حاصل ہوسکتی تو اس پر سب سے پہلے میں عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میری بیویاں بھی ہیں اور میرے بچے بھی ہیں ۔اگر اللہ کا قرب ساری رات جاگ کرنوافل ادا کرنے سے حاصل ہوسکتا تو سب سے پہلے یہ کام میں کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔میں رات کوسوتا بھی ہوں اور پچھلی رات اُٹھ کر تہجد بھی ادا کرتا ہوں ۔اگر اللہ کی محبت مسلسل روزے رکھنے سے مل سکتی تو سب سے پہلے میں اس پر عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں ۔کیا تمہیں میرا طریقہ پسند نہیں ہے؟اسلام میں جس طرح دوسری نعمتوں اور مال و دولت کے حصول کیلئے قواعد وضوابط مقرر ہیں اور حلال وحرام کی پابندیاں عائد ہیں اسی طرح روحانیت کے حصول کی خاطر رہبانیت اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے دنیا کی دولت بھی ایک نعمت ہے لیکن زیادہ دولت اکٹھی کرنے کیلئے جس طرح نا جائز ذرائع اختیار کرنا جرم ہے اسی طرح روحانی ترقی زیادہ حاصل کرنے کی خاطر دنیا کوترک کردینا حرام قرار دیا گیا ہے ۔کیونکہ رہبانیت سے نہ صرف اپنے نفس کے حقوق ضائع ہوتے ہیں بلکہ معاشرے کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں اور دنیا کے نظام میں فساد پیدا ہوتا ہے ۔دنیا کی زندگی بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔اسے آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے ۔ہم یہاں محنت کر کے جوکچھ بوئیں گے آخرت کی زندگی میں اس کی فصل کاٹیں گے ۔اگر ہم کھیتی کونظر انداز کر کے اور کاشت کے کام کوترک کر کے یہ زندگی کسی خانقاہ میں بیٹھ کر مراقبوں ،چلوں اور گیان دھیان میں ہی گزار دیں تو اس زندگی میں کیا صلہ پائیں گے ۔قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جوکچھ بھی ہے وہ انسان کیلئے بنایا گیا ہے اور انسان کو پیدا ہی اس زمین پر حکمرانی کیلئے کیا گیا ہے ۔اسلئے سچا دین وہی ہے جوانسان کواللہ کی عطا کردہ خلافت ارضی کے منصب کیلئے تیار کرے تا کہ وہ یہاں کی تمام مادی اور

غیر مادی قوتوں کو تسخیر کر کے ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکے۔اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے علمی فضیلت عطا کر رکھی ہے اسے بروئے کار لا کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سفر میں آگے بڑھتا چلا جائے۔اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار حاصل کرے۔جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے مسجودِ ملائکہ بنایا اگر وہ زمینی قوتوں کو زیرِ فرمان لانے کیلئے جدوجہد نہ کرے یا انہیں اپنی اطاعت میں لگانے میں ناکام رہے تو اسے ربّ العالمین کی خوشنودی کیونکر حاصل ہو سکے گی۔اسلئے اللہ کا دین نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس میں غرق ہو جانے کو پسند کرتا ہے۔ بلکہ ایک متوازن اور حقیقی کامیابی کا ضامن لائحۂ عمل عطا کرتا ہے اور روحانیت کی تعلیم دیتا ہے جس میں اللہ کا عطاء کردہ جوہر، ناروا مشقتوں میں پڑے بغیر قلیل مدت میں ہی اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے یہ مسلک اللہ کے قرب و رضا کو مقصودِ حیات قرار دیکر کائنات کو تسخیر اور انسانیت کی خدمت کرنے کا ہے۔مادی دنیا کی تعمیر و تسخیر اختراعات و ایجادات کی جدوجہد میں مومن کا جھپٹنا پلٹنا بھی خون گرم رکھنے کیلئے ہوتا ہے تاکہ منزلِ کبریا کی طرف اس کی پرواز میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہ ہو اس سفر میں مومن کے کمالات کی حد برق و بخارات سے چلنے والی مشینوں پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جمادات، نباتات، حیوانات اور دیگر مادی قوتوں پر تصرف حاصل کرنے کے بعد مزید آگے بڑھ کر روحانی لطافت کے ذریعے زمان و مکاں پر دسترس حاصل کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق رکھنے کی بناء پر مومن آفاق میں گم نہیں ہو جاتا بلکہ آفاق اس کے قلب کی وسعت میں گم ہو جاتے ہیں۔مومن جب اللہ کے نور سے دیکھنے لگ جاتا ہے تو وہ زمان و مکاں کی حدوں کو پھلانگ جاتا ہے اور اس کیلئے دور و نزدیک اور ماضی و مستقبل سب سمٹ کر ایک نکتہ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ مومن میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے جس طرح لوہے کا ایک ٹکڑا آگ کی بھٹی میں تپ کر سراپا آگ بن جاتا ہے۔ آگ کی حرارات اس کے ذرے ذرے کے اندر سرایت کر جاتی ہے تو وہ صورت اور سیرت میں آگ ہی بن جاتا ہے۔وہ دکھائی بھی آگ کی طرح دیتا ہے وہ جلاتا بھی آگ کی طرح ہے۔

اس کیفیت کو وحدت الوجود کا دھندا نہ بنایا جائے کیونکہ لوہا آتش صفت ہوتے ہوئے بھی لوہا ہی رہتا ہے ۔ الغرض بندہ مومن شدّتِ محبت سے مولا صفات بن جاتا ہے ۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے ۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو علم لدنی یعنی اپنی طرف سے خصوصی علوم اور اپنے فضل سے ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ عام انسانوں کیلئے ان کو سمجھنا یا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص بندوں کا ذکر جابجا فرمایا ہے اور اپنے فضل سے جو معجزات اور نعمتیں انہیں عطا فرمائیں ان کا اجمالی نقشہ اسطرح ابھرتا ہے کہ ان کی فرماں روائی انسانوں کے علاوہ جنگلی درندوں، آبی و ہوائی جانوروں اور جنات تک پھیلی ہوئی تھی ۔ ہوا کو ان کیلئے مسخر کردیا گیا تھا ۔ وہ ان کے حکم پر چلتی اور ان کا تخت ہوا کے دوش پر سفر کرتا تھا ۔ وہ پرندوں اور چونٹیوں کی زبان سمجھتے اور ان سے گفتگو کر سکتے تھے ۔ وہ دور دراز مقامات سے بڑے وزنی مادی اجسام کو روحانی قوت کے بل بوتے پر پلک جھپکنے میں لا حاضر کرنے میں قادر تھے ۔ ان کی نظریں تحت زمین اور عرش بریں دونوں کا مشاہدہ کرسکتی تھیں ۔ وہ ماضی اور مستقبل کے اندر جھانک کر ازلی و ابدی حقائق سے آشنا ہو سکتے تھے ۔ ان کی دعا سے آسمان سے من و سلویٰ نازل ہوتا اور دھوپ سے بچنے کیلئے بادلوں کے سائبان ان کے سروں پر سایہ مہیا کرتے ۔ ان کا عصاء ان کے ارادے کے تحت اژدہا بن جاتا اور جب اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو پھر عصاء کی شکل اختیار کرلیتا ۔ ان کے عصاء کی ضرب سے پتھروں سے چشمے جاری ہوجاتے اور دریا کا پانی رُک جاتا ۔ ان کی خدمت میں بے موسم کے پھل پیش کئے جاتے ۔ انہیں خوابوں کی تعبیر اور کئی دوسرے سرّی علوم عطاء کئے گئے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کا نفاذ ان کے ہاتھوں سے کراتا ۔ وہ عجوبہ روزگار بزرگ کہیں یتیم کی کشتی توڑ کر، کسی معصوم جان کو قتل کر کے اور کبھی کسی مومن کے یتیم بچوں کے خزانے کی حفاظت کی خاطر

دیوارتعمیر کرتے نظر آتے ہیں ۔وہ اللہ کے اِذن سے پیدائشی اندھوں اورکوڑھیوں کواپنے مبارک ہاتھوں کے لمس سے شفایاب کرنے اورمردوں کوزندہ کردینے پرقادر تھے ۔وہ مٹی کے پرندوں کی مورت بنا کراس میں پھونک مارتے تو وہ سچ مُچ کے پرندے بن کراڑ جاتے ۔تمام جمادات، نباتات اورحیوانات ان کو پہچانتے ،ان کوسلام کرتے اوران کے احکام کی تعمیل کرتے تھے ۔ ان کی انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوگیا ۔ان کے چہرے کے تاثر سے قبلے کارخ بدل گیا۔ انہیں زمین وآسمان ، جنت ودوزخ اورکرسی وعرش کے عجائبات کی سیر کرائی گئی اورمکالمہ اور قرب ودیدار سے مشرف فرمایا ۔زمین کے خزانوں کی چابیاں انہیں عطاء کی گئیں ۔ان کے لعاب دہن کی برکت اورشیرینی نے سوکھے چشموں کو جاری اورکھارے پانی کو میٹھا کردیا۔ اورکھانے کی تھوڑی مقدار سے سینکڑوں آدمیوں کی سیری ہوگئی ۔لعاب دہن نے جب مسیحائی کی تو سانپ کے زہر کااثر زائل ہوگیا، آشوب چشم دورہوگیا۔تلواروں کے زخم بھر گئے اورآنکھ سے باہر نکلا ہوا ڈھیلا پھر سے پیوست ہوکر پہلے سے بھی زیادہ روشن بصر ہوگیا ۔اللہ تعالٰی نے دشمنوں پران کی ہیبت طاری کردی اورمیدان جنگ میں ان کی مدد کیلئے گھڑسوار فرشتے نازل کئے گئے ۔ ان کے قدموں میں بیٹھنے والے مساکین کو دنیا کی امامت و سیادت عطاء ہوئی اوران کے نامہ مبارک کوپھاڑ دینے والے مغرور شہنشاہ کی سلطنت کے پرزے اڑا دیئے گئے ۔ان کی مخالفت میں کھڑے ہونے والے تمام نمرود، فرعون ، قارون ، ہامان، ابوجہل اوران کے بھائی بند اپنی طاقت اورلاؤلشکر کے باوجوداللہ کے شدید عذاب کی گرفت میں آکرعبرت ناک انجام کو پہنچے۔ ان کے نقشِ قدم پرچلنے والوں کے تحریری حکم پر دریاؤں میں طغیانی آجاتی ہے اوروہ درندوں کوحکم دے کرجنگل خالی کرالیتے ہیں ۔وہ ہزاروں میل دورلڑنے والے مجاہدین کوگھر بیٹھے دیکھ لیتے ہیں اوروہیں سے ہدایات بھی جاری کرلیتے ہیں ۔المختصر یہ کہ اسلامی روحانیت کی برکتوں اورکرشمہ سازیوں کاایک خاکہ ہے ۔لیکن یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ اتنی عظیم روحانی طاقتوں کے مالک اوراللہ تعالٰی کے منتخب اورمقرب بندے کسی لحاظ سے بھی تارک دنیا ہرگزنہیں تھے۔تقریباً سبھی نے

بھرپور دنیوی زندگی بسر کی ، کام کاج کئے شادیاں کیں اور صاحب اولاد ہوئے ۔ان میں بھیڑ بکریاں چرانے والے، بڑھئی، کاشتکار، طبیب، کپڑا بننے والا، لوہے اور تانبے کی صنعت کے ماہرین، تاجر، زمین کے خزانوں اور معاشیات کے ماہر، بڑے بڑے ہیکل اور محل بنانے والے ماہر تعمیرات، پہاڑوں کی گھاٹیوں کو لوہے کی دیوار سے پھاڑ دینے والے انجینئر اور بڑے بڑے فاتحین اور حکمران بھی تھے۔ بلکہ بہت سے علوم اور صنعتوں کی ابتداء ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ ہی منسوب کی جاتی ہے۔ یہی حقیقی روحانیت کی راہ ہے اور اسی پر چل کر انسان اپنا مقصود حیات حاصل کرسکتا ہے۔علامہ اقبالؒ مومن کی فقیری کا رنگ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقر مومن چیست؟ تسخیر جہات بندہ از تاثیر او مولا صفات

ہستی او رہے جہات اندر جہات او حریم و در طوافش کائنات

" تمہیں کچھ خبر ہے کہ مومن کا فقر کیا ہے ۔اس کا ہدف تو ہر چیز کا مسخر کرلینا ہے۔ اس جد و جہد اور اللہ کے قرب کے نتیجے میں اس میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ مومن اگرچہ دنیائے رنگ و بو اور جہان شش جہات میں گھرا ہوا ہے لیکن اس کی اپنی حقیقت ان حدود سے ماوراء ہے ۔وہ خاک کا لباس پہنے ہوئے ضرور ہے لیکن خاک سے پیوستہ نہیں ہے۔ یہ ساری کائنات مادی ہے لیکن مومن کی اصل عالم امر سے ہے ۔وہ مرکزِ کائنات ہے۔ تمام کائنات اسکے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس کے گرد طواف کر رہی ہے"

اس دستور حیات کے تحت مرد مومن جد و جہد سے بھرپور زندگی بسر کرتا ہوا اللہ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ۔وہ دنیا کی نعمتوں اور دنیا کے کاروبار کی گہما گہمیوں میں گھرا ہوا ہو تب بھی اس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا ۔اس کی راحت کا سامان اور قلب کا اطمینان نماز اور اللہ کا ذکر بن جاتا ہے ۔دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ قلبی طور پر دنیا و مافیہا کی محبت اور خوف و حزن سے آزاد ہوتا چلا جاتا ہے ۔اس لائحہ عمل کو آپ اسلامی

روحانیت، اسلامی تصوف، سلوک وطریقت، احسان وحکمت یا اخلاص عمل میں سے جو چاہے نام دے لیں لیکن یہ انسانی جبلّت اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ عالمگیر شریعت کی سچائی معلوم کرنے کی ایک پرکھ یہ ہوتی ہے کہ اگر اس تعلیم کو پوری دنیا اپنا لے تو ہر طرف ترقی و خوشحالی کا دور دورہ ہو جائے اور یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ اب ذرا روحانیت کی تعلیم کو اس کسوٹی پر رکھ کر دیکھیں۔ خدانخواستہ اگر دنیا کے سارے انسان رہبانیت کو اپنا کر لنگوٹیاں پہن لیں اور آبادیاں چھوڑ کر جنگلوں، پہاڑوں، مندروں اور خانقاہوں میں جا بسیں تو دنیا کا جو حال ہوگا اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے روحانی طاقت اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے جو طریقے تعلیم فرمائے ہیں وہ انتہائی سہل العمل اور سریع الاثر ہیں۔ اسلام کے تصوف میں نا مسلسل فاقے کرنا ہے اور نہ گوشہ نشینی ہے۔ نہ ہی دنیا کو ترک کر کے جنگلوں میں جانے کی اجازت ہے۔ نہ راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ نہ خانقاہوں میں بند ہو کر چلے کاٹنے پڑتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ طریقے اس قدر موثر ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی دولت حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس فطری عمل میں روحانیت کے حصول کا اہم ترین ذریعہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے جو چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھڑے لیٹے اور کام کاج کے دوران ہر وقت کیا جاتا ہے۔ اس ذکر کی اہمیت اور فضیلت پر قرآنی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث شاہد ہیں۔ ذکر اللہ کا یہ طریقہ اس قدر آسان ہے کہ اس کیلئے مطلق وقت درکار ہی نہیں ہوتا کیونکہ یہ ذکر سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی جو دم غافل سو دم کافر والے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر۔

مرد بن، غافل نہ ہو، ذکر خدا سے پیار رکھ
ہاتھ پاؤں کام میں اور دل کو سوئے یار رکھ

اس ذکر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللہ اور جو سانس باہر آئے اس کے ساتھ بھی لفظ اللہ اسطرح کہا جاتا ہے کہ دل کہے اور کان سنیں۔ اس راہ پر چلنے کیلئے جو دو باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں وہ ہیں استعداد اور استاد۔ یعنی انسان کے دل میں حصول مراد کیلئے طلب صادق موجود ہو اور اس کے ساتھ مرشد کامل میسر آ جائے۔ یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے منزل نزدیک اور آسان ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو چکا ہے اور کوئی نعمت ایسی نہیں جو اس میں شامل نہ ہو۔ تو پھر روحانی قوت اور فقیری کے حصول کے ذریعے اسوہ رسول مقبول ﷺ کے علاوہ اور شریعت سے باہر کسی دوسرے طریقے کی ضرورت محسوس کرنا دین کی کاملیت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

اسلام کے تصور میں ایک سالک دنیا کے سارے کام احسن طریقے سے انجام دیتے ہوئے تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی نعمت سے مشرف ہو سکتا ہے۔ تصوّف کی ترویج کیلئے اس صدی کے عظیم صوفی اور روحانی علوم کے محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے **سلسلہ عالیہ توحیدیہ** قائم فرمایا۔

جو قارئین کرام روحانیت کے متلاشی اور قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق سلوک طے کرنے کے خواہاں ہوں ان کیلئے بانی سلسلہ توحیدیہؒ کی تصانیف کا مطالعہ انشاءاللہ تعالیٰ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور سعادت اور برکت کے حصول کا باعث ہوگا۔

(تصانیف کا اجمالی جائزہ مجلّہ ہذا کے آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

حدیث نبوی ﷺ

تم نیکی کی کسی صورت اور کسی بھی قسم کو ہلکا مت سمجھو

نیکی تو یہ بھی ہے کہ تم اپنے دینی بھائی سے مسکراتے ہوئے ملو

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خط بنام خالد محمود توحیدی (ملتان)

مورخہ: 08.02.2008

میرے بیٹے! اللہ تعالٰی نے ہر انسان کو علیحدہ علیحدہ صلاحیت عطاء فرمائی ہے جیسے ہماری شکلیں ایک دوسرے سے نہیں ملتیں اسی طرح اندر سے بھی ہم سب مختلف ہیں۔ اس لئے یہ اللہ تعالٰی کی عطا ہے جو آپ کو خصوصی طور پر ملی ہے کہ سلسلہ توحیدیہ کے فیض سے آپ کا سفر الی اللہ شاندار طریقہ سے شروع ہوگیا۔ آپ کا بلا نام خط اسی لئے مجلّہ میں شائع ہوا تھا کہ قارئین جان لیں کہ اللہ تعالٰی کی راہ کے سچے طالبوں کے لئے روحانی ترقی کی راہیں کس طرح کشادہ کی جاتی ہیں اور باطن میں انقلابی کیفیات اس دور میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

"یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء" کا قانون اب بھی جاری و ساری ہے اور خاندانِ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا فیض اس دور کے سالکین کی راہنمائی کا فریضہ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے بخوبی سر انجام دے رہا ہے۔ اب جب کہ آپ الحمد اللہ پھر اللہ کی منزل کی طرف رواں دواں ہوگئے ہیں تو اب اپنے معمولات کی محافظت کریں۔ کثرتِ ذکر۔ درود شریف اور باترجمہ قرآن کریم کا اہتمام رہنا چاہیے۔ حقوق العباد اور حقوق منصبی میں کوتاہی نہ آنے پائے۔ قطع ماسوئ اللہ اور راضی برضا کا مجاہدہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔ جن لوگوں نے منزل مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے وہ عزم و ہمت سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور راستے کی کسی رکاوٹ کو پرکاہ جتنی بھی وقعت نہیں دیتے۔ اللہ تعالٰی اپنے ذکر کی برکات سے اپنے سالکوں کو نوازتے چلے جاتے ہیں اور اپنے راستے کھولتے چلے جاتے ہیں اور قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیمؒ کی توجہ اور برکت سے ان کی بتائی ہوئی مختصر اور آسان سی تعلیم پر عمل ہی سے قرب ولقاء کی دولت عطاء فرما دیتے ہیں۔ قبلہ کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے جو رُخ تیرا اِدھر ہے

صاحبِ حال

(واصف علی واصف)

جس طرح مشاہدہ کا بیان مشاہدہ نہیں ہوتا، اسی طرح صاحبِ حال پڑھنے یا سننے والی بات نہیں، وہ دیکھنے والی شے ہے۔ اس کے جلوے خرد اور جنون کی سرحدوں پر ہوتے ہیں۔ جہاں اہلِ عقل کی حد ہے، وہاں سے صاحبِ دل کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ جذب اور سلوک کے درمیان ایک منزل ہے، جسے حال کہتے ہیں اور جہاں ہونا نہ ہونا ہے اور نہ ہونا عین ہونا ہے۔ صاحبِ حال اس مقام پر ہوتا ہے، جہاں قال کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ الفاظ حقیقت کو محجوب کر دیتے ہیں۔ کہنے والا کچھ اور کہہ رہا ہوتا ہے اور سننے والا کچھ اور سننے لگ جاتا ہے۔ اسی لئے صاحبِ حال الفاظ سے گریزاں ہوتا ہے۔ وہ اس کائنات میں نئی کائنات دریافت کر چکا ہوتا ہے۔ وہ ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسم سے مسمٰی دریافت کرتا ہے۔ نعمت سے منعم کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ وہ مطلعِ انوارِ صبح سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے اس کی نگاہ ڈوبتے سورج کی لاش پر بھی ہوتی ہے۔ صاحبِ حال قطرے میں قلزم اور ذرّے میں صحرا کو دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ صاحبِ حال تغیر و تبدل سے مرغوب و متاثر نہیں ہوتا۔ موسم بدلتے ہیں، زمین و آسمان کے جلوے بدلتے ہیں، آغاز و انجام کے رشتے بدلتے ہیں، لیکن صاحبِ حال نہیں بدلتا۔ وہ زندگی اور موت کو ایک حقیقت کے دو رخ سمجھتا ہے۔ وہ غم اور خوشی سے نجات پا چکا ہوتا ہے۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کو ایک ہی زمانہ سمجھتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے انوکھے رشتوں کا مفسر ہوتا ہے۔ اس فنا کے دیس میں صاحبِ حال ملکِ بقاء کا سفیر ہے۔ صاحبِ حال اسی زمانے میں کسی اور زمانے کا پیغام رساں ہے۔ وہ ایسا صاحبِ جنون ہے جو خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہے۔ اس کی نگاہ سات رنگوں سے بہت آگے ہوتی ہے۔ وہ بے رنگ کے نیرنگ سے آشنا ہوتا ہے۔ صاحبِ حال کیفیت کے اس مقام پر ہوتا ہے، جہاں تحیّر بھی ہے اور شعور بھی۔ جہاں وارفتگی بھی ہے اور آگہی بھی۔

صاحبِ حال اسما اور اشیاء کے معنی اور مفاہیم سے باخبر ہوتا ہے۔وہ اس منزل پر ہوتا ہے، جہاں سفر ہی مدعائے سفر ہے۔وہ خودآ گہی کے ایسے دشت و وحشت میں پہنچ چکا ہوتا ہے، جہاں نہ فراق ہے نہ وصال، نہ کوئی اپنا ہے نہ غیر۔وہ سکوت سے ہمکلام رہتا ہے۔وہ ذرّوں کے دل کی دھڑکن سنتا ہے۔اس کی نگاہ وجود اور موجود کے باطن پر بھی ہوتی ہے اور عدم اور نا موجود کی حقیقت پر بھی۔ وہ ذات اور صفات کے تعلق سے آشنا ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ عیاں کا رابطہ ہر حال میں نہاں سے قائم رہتا ہے۔صاحبِ حال خود ہی آخری سوال ہے اور خود ہی اس کا آخری جواب۔صاحبِ حال بغیر حال کے سمجھ میں نہیں آ تا اس کا قال بھی حال ہے اور خاموشی بھی حال۔ بہر حال، صاحبِ حال اپنے وجود میں اپنے علاوہ بھی موجود رہتا ہے۔معلوم اور نا معلوم کے سنگم پر صاحبِ حال گنگناتا ہے۔آپ ایک ایسے انسان کا اندازہ کریں جس کی ایک ہتھیلی پر آگ ہو اور دوسری پر برف، وہ نہ آگ بجھنے دیتا ہے نہ برف کا انجماد ٹوٹنے دیتا ہے۔وہ ایک ایسی جلوہ گاہ میں محو کھڑا ہوتا ہے، جہاں آنکھ کی راہ میں بینائی کا پردہ حائل نہیں ہوتا۔اس کی پیشانی زمین پر ہو تو اس کی سجدہ گاہ آسمان پر ہوتی ہے۔وہ کسی کو نزدیک سے پکارتا ہے اور جواب دینے والا دور سے جواب دیتا ہے۔اس کا دل اس کی آنکھ میں ہوتا ہے اور آنکھ دل میں ہوتی ہے۔صاحبِ حال "نمی دانم" کے پردے میں دانائی کے چراغ جلاتا ہے۔اس کی خاموشی میں جمالِ گفتگو کے جلوے ہوتے ہیں۔اس کے قرب میں انسان اپنے آپ سے دور ہو جاتا ہے۔اس کی محفل میں گردشِ زمان و مکاں رک سی جاتی ہے۔صاحبِ حال کوئی انوکھی مخلوق نہیں۔وہ انسان ہے۔انسانوں کی دنیا میں انسانوں کے درمیان رہتا ہے۔اس کا اندازِ نظر انسانوں سے جدا ہوتا ہے۔وہ معمولی سے واقعہ کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔درخت سے پتے گریں تو وہ پکار اٹھتا ہے

پتّا ٹوٹا دل سے لے گئی پون اُڑا
اب کے بچھڑے کب ملیں گے دُور پڑیں گے جا

ایک صاحبِ حال نے جنازہ دیکھا ۔پوچھا "یہ کیا ہے"؟ جواب ملا "زندگی کی آخری منزل"۔بولا "اگر یہ آخری منزل ہے تو ہم کونسی منزل میں ہیں ۔آخری منزل کو دیکھنا چاہیے"۔ بس تخت چھوڑ دیا ،شہر چھوڑ دیا ،جنگل کی راہ لی اور پھر راز آشنا ہوگیا ۔موسیٰ علیہ السلام کی صاحبِ حال سے ملاقات ہوئی ۔ایک دور کا پیغمبر اپنے دور کے صاحبِ حال سے مل کر حیران رہ گیا یہ کون سا علم ہے؟۔کتاب کا علم تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی تھا، بلکہ کتاب ہی موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی ۔صاحبِ حال کسی اور زمانے کے واقعات میں مصروف تھا ۔موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کا حال دیکھ رہے تھے ۔نتیجہ "**ھذا فراق بینی و بینکم**" یعنی جدائی موسیٰ علیہ السلام کے عرفان میں شک نہیں ہوسکتا ۔آپ کے مقام پر شک نہیں ہوسکتا ۔آپ کی بصیرت پر شک نہیں آپ کے اعصاء، ید بیضا اور کلیمی پر شک نہیں ،لیکن صاحبِ حال آپ کی پہچان میں نہ آسکا صاحبِ حال کا علم "لدنی" ہے، مخفی ہے ۔اسے اللہ کی عنایت کا خصوصی مظہر کہنا چاہیے ۔ایک صاحبِ حال کا ذکر Mathew Arnold نے اپنی نظم Scholar Gipsy میں لکھا ہے کہ ایک آدمی علم ظاہری کی اذیت سے تنگ آکر علم باطن کے سفر پر نکل گیا ۔آکسفورڈ سے بھاگا ہوا طالبعلم ،علم کی طلب میں سرگرداں رہا ۔علم سے بھاگ کر علم میں داخل ہونا ہی صاحبِ حال کا کام ہے ۔وہ علم اور ہے اس کی تلاش میں انسان زندگی سے نکل جاتا ہے اور پھر موت سے بھی نکل جاتا ہے اور پھر حیات جاوداں پالیتا ہے ۔"سکالر جپسی" ہر زمانے کو آکر بتاتا رہا کہ جو ایک ہوگیا ، یکتا ہوگیا ۔وہ نہیں مرسکتا ۔وحدت کو موت نہیں ۔اور کثرت موت سے بچ نہیں سکتی ۔جو بدلتا نہیں مرتا نہیں ، جو تبدیل ہوتا ہے مرتا ہے ۔ایک صاحبِ حال مولانا روم سے ملا بولا "مولانا ! یہ کیا علم ہے؟"۔مولانا نے کہا" اسے آپ نہیں جانتے صاحبِ حال نے اپنا علم ظاہر کیا ۔مولانا بولے "یہ کیا علم ہے؟"۔صاحبِ حال بولا جسے تم نہیں جانتے" بس پھر اس کے بعد مولانا رومؒ غلام شمس تبریزؒ ہو کر رہ گئے ۔مولانا بھی صاحبِ حال ہوگئے ۔مثنوی صاحبِ حال بناتی ہے ۔پیرِ رومیؒ کی محبت میں "مرید ہندی" صاحبِ حال ہوگیا ، بلکہ صاحبِ حال باکمال ہوگیا ۔صاحبِ حال صاحبِ عشق ہوتا ہے ۔صاحبِ وجدان ہوتا ہے ۔

صاحبِ مشاہدہ ہوتا ہے۔صاحبِ یقین ہوتا ہے۔صاحبِ ایمان ہوتا ہے۔صاحبِ نسبت ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔صاحبِ حال کو مردِ حق آ گاہ کہا گیا ہے۔کہیں اسے سپرمین کہا گیا ہے۔کبھی اسے صرف مردِ مومن بھی کہتے ہیں۔صاحبِ حال حق آ گہی و حق شناسی کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اناالحق کہہ اٹھتا ہے۔اس ایک اناالحق میں کتنی حقیقتیں پنہاں ہوتی ہیں۔یہ کوئی صاحبِ حال ہی جان سکتا ہے۔صاحبِ حال میں نغمگی کا ہونا لازمی ہے۔وہ بصد سامان رسوائی سر بازار رقص کرتا ہے۔صاحبِ حال کے رقص میں بڑے رموز ہیں۔صاحبان حال کشتگان خنجر تسلیم ضرور ہوتے ہیں۔دیکھنےاور سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس کائنات میں صاحبِ حال پیدا کرنے والی نگاہ ضرور کارفرما ہے۔کوئی ہے اس پردے کے پیچھے، کسی کا ہاتھ ضرور ہے جو ان لوگوں کو حال عطا کرتا ہے۔کوئی ایسی ذات موجود ہے جس کا قرب انسان کو صاحبِ حال بنادیتا ہے۔ایسی ذات جو نظر ملا کر انسان کو بدل کے رکھ دیتی ہے۔دیکھنے والے بے خبر رہتے ہیں اور رہزن لٹنے والا بدل چکا ہوتا ہے۔وہ ذات علم لدنی کے خزانے لٹاتی ہے تو پھر صاحبِ حال جہاں جہاں سے گزرے، راستے جگمگا اٹھتے ہیں۔صاحبِ حال بنانے والی ذات پر سلام ہو۔صاحبِ حال بننے والے انسانوں کو غور سے دیکھا جائے تو ان کی فطرت میں وفا اور استقامت کی بنیادی خوبی ضرور ہوتی ہے۔ایک ایسا انسان جو صاحبِ علم نہ بھی ہو، اپنے عمل کی استقامت سے صاحبِ حال بن سکتا ہے۔اور صاحبِ حال ہوجانے کے بعد اس کا صاحبِ علم ہوجانا پہلا قدم ہے۔مثلاً آپ ایک آرٹسٹ کو دیکھیں جو خلوص سے تصویر بناتا ہے۔زندگی بھر استقامت سے فن کی خدمت کرتا ہے۔ایک صبح نا جانے کیوں اس کا برش برہنگی اجسام کو کینوس پر اتارتے اتارتے خطاطی کے شہ پارے پیش کرنے لگتا ہے۔وہ قرآنی آیات کے حسن میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا باطن روشن کر دیا جاتا ہے اور وہ صاحبِ حال بن چکا ہوتا ہے۔لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو اور آدمی تھا اور اب کیسے ہوگیا ہے۔بس ہوگیا۔بنانے والے نے بنادیا۔وہ کافروں کو ایمان عطا کرتا ہے۔ اندھیروں کو روشنی بخشتا ہے۔آسیوں کو معاف کرتا ہے اور صاحبان

استقامت کو اپنے لطف میں داخل فرما کر صاحبان حال بنا دیتا ہے۔فتویٰ اس کے خلاف ہوتا ہے ۔لیکن حقیقت اور صداقت صاحبِ حال کے پاس ہوتی ہے۔اسی طرح اگر کوئی مصنف علم کو خدا کا فضل سمجھنے والا تحلیل جاں کے مراحل سے استقامت اور صبر سے گزرے تو اسے وہ نگاہ قبول فرما لیتی ہے۔پھر اس کے اعمال و احوال یکسر بدل جاتے ہیں وہ قیدِ وجود سے آزاد ہو جاتا ہے۔اسے بے نیاز غم دوراں کر دیا جاتا ہے۔اب یہاں فتویٰ کیا کرے گا۔قبول کرنے والا قبول کر رہا ہے،تو ہم اعتراض کرنے والے کون ہیں۔اگر سائیں کا فضل کسی کو صاحبِ حال بنا دے،تو ہم کیوں برہم ہوں۔اعتراض کرنے والے فارمولا استعمال کرتے ہیں۔قانون استعمال کرتے ہیں۔قاعدہ کلیہ استعمال کرتے ہیں اور صاحبِ حال فارمولے سے باہر ہوتا ہے۔فتویٰ اقبالؒ کے خلاف تھا اور فطرت اس کی آنکھ میں خاک مدینہ اور نجف کا سرمہ لگا رہی تھی۔وہ دانائے راز بنا دیا گیا۔اسے فقیری عطاء ہوئی،قلندری ملی۔وہ اپدیشک ہو گیا۔غبار راہ حجاز ہو گیا۔مفتی اس کے خلاف رہے ۔فطرت اس کے ساتھ ہو گئی۔اقبالؒ کا صاحبِ حال ہونا مخالفین اقبالؒ کو صاحبان حال بننے سے محروم کر گیا۔یہ اس نگاہ کے فیصلے ہیں۔اس کی عطاء کے کرشمے ہیں عمل کسی اور رخ کا ہوتا ہے فضل کسی اور طرف پہنچا دیتا ہے۔کوئی سمجھے تو کیا سمجھے،کوئی جانے تو کیا جانے۔

صاحبان حال کے سلسلے میں قائداعظمؒ کی مثال سب سے اہم ہے۔وہ استقامت اور صداقت کا پیکر قائداعظم کہلانے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔وہ مسلمانوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار تھا۔اس کے خلوص کو فطرت نے منظور کیا۔اسے صاحبِ حال بنا دیا۔فتویٰ اس کے خلاف تھا لیکن فطرت اور حقیقت اس کے ساتھ تھی۔اسے قائداعظمؒ بنا دیا گیا۔اہل شرع کا ایک گروہ اس بات کو اور اس واردات کو نہ پہچان سکا۔معترض رہا۔اہل باطن پہچان گئے کہ یہ کسی کی نگاہ کی بات ہے۔یہ فیض ہے کسی ذات کا۔یہ نصیب کا فیصلہ ہے۔اہل باطن قائداعظم کے ساتھ ہو گئے،منزل مل گئی ملک مل گیا۔فتویٰ دینے والے آج تک نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا راز تھا۔قائداعظم دلوں میں اتر گئے اور مخالفین دلوں سے اتر گئے۔

جس طرح ہمارے ہاں طریقت کے سلاسل ہیں۔چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی وغیرہ اور ہر سلسلے کا کوئی بانی ہے اسطرح قائداعظمؒ سے ایک نئی طریقت کا آغاز ہوتا ہے اور وہ طریقت ہے "پاکستانی" اس طریقت میں تمام سلاسل اور تمام فرقے شامل ہیں ہر پاکستانی پاکستان سے محبت کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ ہمارے لئے ہمارا وطن خاکِ حرم سے کم نہیں۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کو وحدتِ افکار عطا کی، قائداعظم نے وحدتِ کردار۔

آج اگر قوم میں کوئی انتشارِ خیال ہے تو اس لئے کہ وحدتِ عمل نہیں۔ وحدتِ فکر و عمل عطا کرنا وقت کے صاحبِ حال کا کام ہے۔ صاحبِ حال بنانے والی نگاہ کسی وقت بھی مہربانی کر سکتی ہے۔ وہ نگاہ ہی تو مشکل کشا ہے۔ نہ جانے کب کوئی صاحبِ قطرۂ شبنم کی طرح نوکِ خار پہ رقص کرتا ہوا آئے اور قوم کے دل و نگاہ میں سماتا ہوا وحدتِ عمل پیدا کر جائے۔ اور ایک بار پھر۔

"ہاتھ ہائے مجھے میرا مقام اے ساقی"

وقت کے صاحبِ حال کی خدمت میں بھی سلام۔

ارشاداتِ عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (از چراغِ راہ)

" قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نپا تلا رزق اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے خدا کی مرضی سے ہے تو اے سالکانِ راہِ خدا! تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو"۔

توحیدی سالک کیلئے بنیادی باتیں

(خالد محمود توحیدی)

☆ جہاں تک ہو سکے برائی کو کم اور نیکی پر عمل زیادہ کرتے جائیں جیسے جیسے برائی کم اور نیکی زیادہ ہوتی جائیگی آپ کا ذہن اور روح لطیف اور پاکیزہ ہوتے جائیں گے اور برائی کا خیال بھی ذہن میں نہیں آئے گا۔

☆ طبیعت میں عاجزی، فروتنی پیدا کرو اور اپنے آپ کو کسی سے افضل اور کسی کو اپنے سے کمتر یا ذلیل نہ سمجھو۔

☆ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ میرا سچا دوست وہ ہے جو میری برائیوں کا تحفہ لے کر میرے پاس آتا ہے۔

☆ تسلیم و رضا کے مسلک پر ثابت قدم رہو اگر تمہاری کوئی چیز چلی جائے تو اس کا افسوس نہ کرو اور کچھ (نعمت) مل جائے تو اس پر نازاں نہ ہو اسطرح استغناء کامل حاصل ہو جاتا ہے اور دائمی اطمینانِ قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

☆ پرانی بگڑی ہوئی عادات کو دور کر کے نئی پاک اور صالح عادات پیدا کرنا اگرچہ ناممکن نہیں تاہم دشوار ہیں۔ ہر لحاظ سے سادہ زندگی کی عادت ڈالیں اور سپاہیانہ خصلت پیدا کریں ورنہ سہل انگاری پیدا ہوگی۔

☆ قوت برداشت پیدا کرنے کی ایک آسان ترکیب یہ بھی ہے کہ غصہ اور نفرت کی بالکل نفی کر دی جائے غصہ ہمیشہ ایسی بات پر آتا ہے جو ناگوار ہو نفرت اسی چیز سے ہوتی ہے جو بُری لگے اسی طرح کسی بات کے ناگوار ہونے یا بری لگنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آنا بند ہو جائے اور معمولی معمولی چیزوں سے نفرت جاتی رہے تو سمجھنا چاہیے کہ قوتِ برداشت ترقی

کر رہی ہے اس کے بعد بڑی بڑی باتوں پر غصہ اور نفرت کی بھی نفی کرنا چاہیے یہاں تک کہ نفرت کا جذبہ جاتا رہے اور صرف ناپسندیدگی باقی رہ جائے۔

☆ غصہ ایک فطری جذبہ ہے بالکل نفی نہیں ہوگا تاہم کنٹرول اور قابو میں آجاتا ہے غصہ اور نفرت کی نفی کرنے سے قوت برداشت بڑھتی ہے جو روحانی ترقی کے لئے ناگزیر اور اعلیٰ ترین کردار انسانی پیدا کرنے کے لئے ایک اہم ترین صفت ہے۔غصہ سے بچو، کیونکہ یہ آگ کا شعلہ ہے جو ابنِ آدم کے دل میں سلگتا ہے۔

☆ وعدے کی پابندی اور انکساری کی خصلت پر پابندی کرنے سے باقی محاسن اخلاق خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔وقت اور وعدے کی پابندی کردار انسانی کی عمارت میں سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔وقت کی پابندی سے انضباطِ عمل پیدا ہوتا ہے۔ جو وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ اپنے اعمال و افعال میں سست ہوتا ہے سستی اللہ کو ناپسند ہے سست آدمی کے کاموں میں برکت نہیں ہوتی ہے۔

☆ پیر بھائیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا التزام کریں ایسے بھائیوں سے ملیں جو تم سے مرتبہ، علم یا دولت میں کم تر ہیں۔

☆ آپ کسی چھوٹی اور معمولی سی بات کو جس کا کرنا آپ کے لئے بہت آسان ہو اپنے اوپر لازم کرلیں اور وقت مقررہ پر اس کو ضرور کرلیا کریں رفتہ رفتہ آسان باتوں سے مشکل باتوں کی طرف بڑھتے اور کرتے رہیں ایک دن مشکل سے مشکل بات آسان معلوم ہوگی۔جیسے لازم کریں کہ روزانہ وضو کرکے سویا کریں پھر وضو کے بعد دو نفل پڑھنا لازم کریں۔

☆ سالک بدلہ یا انتقام لینے سے اجتناب کرے اپنے کسی قول و فعل سے مکافات کا خیال تک دل میں نہ لائے بلکہ تمام تکالیف خداوند تعالیٰ کی خاطر برداشت کرتا رہے اس صفت سے سالک نہ صرف ترقی کے بلند درجات تک پہنچ جاتا ہے بلکہ اس کے

دل میں لوگوں کی محبت اور اُنس کا ایک جذبہ ڈال دیا جاتا ہے امورِ خیر کے دروازے کھل جاتے ہیں عام مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عزت و محبت بڑھ جاتی ہے۔

☆ اپنے باطن میں ذاتِ حق سے واقف ہو جاؤ اور ظاہر میں بے گانوں کی طرح رہو۔

☆ جب سالک اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اولاد سے پیار کرتا ہے تو یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈھل جاتی ہے نفسانی اور ذاتی خواہش درمیان سے نکل جاتی ہے۔ سالک اپنے دل پر گزرنے والے خیال کی بھی نگہداشت کرتا ہے۔

☆ یہ شیطان، نفس سے جنگ کا زمانہ ہے۔ اصول ہے کہ جنگ کے زمانہ میں تھوڑا کام کرنے والے کو زیادہ اجر ملتا ہے۔

☆ تقویٰ کی باتیں سالکان کا لازمی شیوہ ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو دنیا سے متنفر کر دیا ہے ان کے مجاہدات خالصتاً اللہ کے لئے ہوتے ہیں لہٰذا انہیں وراثت (انبیاء) کے علوم عطا کئے جاتے ہیں ان کے باطن پاک و صاف ہوتے ہیں ان کو سچی فراست کا انعام دیا جاتا ہے ان کے قدم ثابت، ان کے فہم پاکیزہ اور اللہ کی طرف جاتے ہیں، ماسوئی سے اعراض کرتے ہیں ان کے اسرار عرش کے گرد چکر لگاتے ہیں۔

☆ سالک اپنے نفس کو مجاہدوں میں ڈالتا ہے کیونکہ مجاہدوں سے مشاہدے حاصل ہوتے ہیں اور اپنا مقصود حاصل کرنے کے لئے نفس کی مخالفت کرتا ہے اور راتوں کو جاگتا اور دن کے روزے رکھتا، اپنی چشم گریاں سے آنسوؤں کی نہریں بہاتا ہے اور خشوع و خضوع اور زاری کرتا ہے تواضع میں مٹی کی طرح ہو جاتا ہے ہر کوئی اس کو پاؤں سے روندتا ہے۔ جب تک سالک اپنے نفس سے نہ نکلے اپنی مراد نہیں پا سکتا۔

☆ اپنے اور اپنے متعلقین کی بقائے حیات کیلئے خود کام کرو۔ اپنا بوجھ کسی اور پر ہرگز نہ ڈالو یہ بڑی بے حیائی ہے۔

مردانِ حرّ

(عبدالرشید ساہی)

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

محرم رازِ کائنات علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ غلامانہ سوچ اور فکر رکھنے والا چاہے فرد واحد ہو کوئی جماعت ہو قبیلہ ہو یا کوئی قوم ہو اس کی بصیرت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا میں صرف اور صرف آزاد منش انسان کی آنکھ روشن ہوتی ہے مردانِ حر لوگوں کو اقبالؒ نے اپنی آفاقی شاعری میں کہیں مرد مومن کہا ہے کہیں مرد حق کہا ہے اور کہیں اس کو شاہین کا نام دیا ہے علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں دراصل قرآن پاک کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ابتداء میں ہی مردانِ حر کی نشاندہی فرما دی اور غلاموں کی بھی نشاندہی فرما دی۔ ارشاد ربانی ہے۔ ''اس کتاب میں کوئی شک نہیں یہ ہدایت دیتی ہے پرہیز گاروں کو'' اس آیت پاک سے ثابت ہو گیا کہ متقی لوگ ہی کامیاب و کامران ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں قرآن پاک اس کی تصدیق کرتا ہے دوسری طرف جو لوگ پرہیز گار نہیں ہیں ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ "بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے تو ان کو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ نے ان کے دلوں، کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے" دراصل یہی لوگ غلام ہیں ان غلاموں کی بصیرت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ایک اور جگہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

دراصل درونِ خانہ کے راز کو پانے کے لئے اندر کا چراغ روشن کرنا پڑتا ہے چراغِ راہ

توصرف راستے کے بارے میں ہی بتا سکتا ہے۔اندر کے راز کو پانے کا گر بھی یہ ہے"آپ زوال آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور فجر کے وقت قرآن (پڑھنے کا التزام کیجئے) کیونکہ فجر کے وقت قرآن پڑھا مشہود ہوتا ہے۔(بنی اسرائیل78)

رو برو اک خوبرو ہے میں نہیں

اس کا جلوہ چار سو ہے میں نہیں

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔"ساری کی ساری عزت اللہ کے لیے،اس کے رسول محبوبﷺ کیلئے اور مومنین کے لئے ہے"ایک طرف غلامانہ سوچ رکھنے والی قومیں ہیں اور دوسری طرف آزاد سوچ کی حامل قومیں ہیں اور جو قومیں اپنے فیصلے خود کرتی ہیں وہ آج پوری دنیا پر حکمرانی کررہی ہیں ان کا World Order چلتا ہے ان کے ابرو کا اک اشارہ غلام قوم کی تقدیر بدلنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ماضی کی محکوم قومیں آج حاکم ہیں اور ماضی کی حاکم قومیں آج محکوم ہو چکی ہیں کیونکہ ان کی سوچ اور فکر ہی غلامانہ ہے جس کی وجہ سے ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔اس کی ایک تازہ مثال آپ کے سامنے ہے کہ امریکہ کا ایک بدمعاش فرد سرعام ہمارے اپنے ملک میں دن دیہاڑے اور بھرے بازار میں معصوم لوگوں کی جان لے لیتا ہے اور پھر اس فرد واحد جو کہ قاتل ہے قانون کا مجرم ہے اس کو بچانے کیلئے غیر ملکی طاقتیں ہی نہیں ہمارے اپنے آزاد ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ساری حکومتی مشینری اس قاتل امریکی کو بچانے کے لئے سرگرم عمل ہوتی ہے نئی نئی قانون کی تشریحات کی جاتی ہیں نئے آرڈیننس جاری کیئے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ امریکی شہری ہے ایک آزاد اور خود مختار ملک کا باشندہ ہے دوسری طرف غیر ملکی ایجنسیاں ہمارے ملک سے بلا خوف اور بغیر وجہ بتائے ہزاروں مسلمانوں کو صرف اور صرف اس لئے اٹھا کر لے جاتی ہیں کہ وہ اسلام کا نام لیتے ہیں ان سے فرنگی تہذیب اور ثقافت کو خطرہ درپیش ہے وہ پھر بھی 9-11 جیسے کام سرانجام دے سکتے ہیں۔وہ بمبئی ریل حملوں میں ملوث کر لئے جاتے ہیں۔ اس پر ہمارے حکمران خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔

دل کی آزادی شہنشاہی ، شکم سامان موت

ہم نے شکم کو سامنے رکھا ہے اس کا خیال رکھ رہے ہیں اس کی پرورش کر رہے ہیں حالانکہ یہ سراسر سامان موت ہے ۔ ہمیں نظر نہیں آرہا جو قومیں ہمارے بعد آزاد ہوئیں وہ آج ترقی کی آخری منازل کو چھو رہی ہیں مگر ہم آج تک انرجی بحران کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے کبھی ہمارے ملک میں چینی کا بحران جنم لیتا ہے تو کبھی آٹے کا اور کبھی گیس اور بجلی کا بحران اس ملک کو کھا جانے کے لئے بیتاب ہے ۔ آخر یہ کیوں ہے یہ صرف اور صرف ہمارے شکم کا قصور ہے جو کسی طرح بھرتا ہی نہیں یہ ایک ہوس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز اشخاص عوام کی امنگوں کے ترجمان نہیں ہیں اور ان کے ماتحت نمائندگان بھی ملک کے لئے وفاشعاری نہیں کر رہے ہیں ۔ ہر طرف حکومتی سرپرستی میں کمیشن مافیا سرگرم عمل ہے ۔ پاکستان کا ہر ادارہ کرپشن کی انتہا کر چھو رہا ہے عوام کی غربت کا یہ عالم ہے کہ ایک وقت کی روٹی سے محروم ہیں ۔ مزدور کام کے لئے دربدر خوار ہو رہے ہیں ، کارخانے فیکٹریاں بند پڑی ہیں ، معصوم بچے پنکھے کی ہوا کے لئے بلک رہے ہیں ، نظام عدل اس حد تک بگڑ چکا ہے کہ ہماری عدالتوں کا انصاف اس بات سے واضح ہے کہ آئے روز ہونے والی دہشت گردی میں ملوث کسی ایک دہشت گرد کو بھی کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے سزا نہیں دی گئی ۔ اسطرح ہم اللہ تعالی کے حکم "قصاص میں تمہاری زندگی ہے" کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے نقصان اٹھا رہے ہیں ۔ عملی طور پر عوام کا اعتماد عدالتوں سے اٹھتا جا رہا ہے نتیجتاً عوام اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کے ازالہ کیلئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے سے گریز نہیں کرتے ۔ جس کی وجہ سے لاقانونیت بڑھ چکی ہے ۔ انصاف بکتا ہے ۔ انسان انصاف کو پانے کی آرزو میں موت کو پالیتا ہے مگر انصاف کو نہیں پا سکتا ایک عدالت سے انصاف مل بھی جائے تو اس کے بعد فیصلے کو چیلنج کرنے کے لئے کئی فورم ہیں ۔ آخر میں عرض ہے ۔

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
تم کیسے مسیحا ہو ! دوا کیوں نہیں دیتے

آخرت کا تصوّر

(پیر خان توحیدی)

اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی یہ کائنات جس میں ہم انسانوں کے علاوہ لاکھوں کروڑوں مخلوقات آباد ہیں ۔اگر چہ بہت بڑی اور بہت وسیع ہے لیکن حتمی نہیں ۔اس نے ایک نہ ایک دن فنا ہو جانا ہے اور پھر قیامت کا برپا ہونا لازمی ہے ۔یہ ہم پر اللہ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے ہمیں اپنی مخلوق میں انسان بنا کر مسلمان بنایا بحیثیت مسلمان آخرت پر ہمارا کامل یقین اور ایمان ہے آخرت دراصل ایک لامتناہی منزل ہے جس تک جانے کے لئے ہمیں ان عوالم سے گزرنا ہوگا:۔

(1) عالم دنیا (2) عالم برزخ (3) عالم آخرت

عالم دنیا :

یہ وہ عالم ہے جس میں ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی گزارتے ہیں ۔اس عالم کو عالم مادی اور دارالامتحان بھی کہتے ہیں ۔اس عالم میں ہم جو عمل بھی کرتے ہیں اس کا ہمیں عالم آخرت میں جواب دینا ہوگا ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے (**الانشقاق**) تو چاہے یا نہ چاہے موت اور اس کے بعد کی منزل کی طرف گامزن ہے اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔"اے انسان کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور کیا تم نے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ؟(**المومنون**)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں اس دنیا میں بے فائدہ نہیں بھیجا بلکہ اس دنیا میں تمہاری زندگی کا کوئی مقصد ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ تو اس دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے جہاں تم نے اپنی زندگی گزارنے کا حساب دینا ہوگا یہاں پر تیرا چھوٹا بڑا عمل محفوظ کیا جاتا ہے جس پر تمہیں جزا یا سزا ملے گی ۔

یہ کائنات انسان کے لئے بنائی گئی ہے اور اس کی ساری نعمتیں بھی انسان ہی کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں لیکن انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی بندگی کرنا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کیلئے (**ذاریات**) اس کے علاوہ قرآن کریم میں بھی بہت آیات کریمہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ تمہاری تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت کے سوا اور کچھ نہیں اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے ہر دور میں اپنے نبی اور رسول مبعوث فرمائے جنہوں نے انسانوں کو عبادت کرنے اور زندگی بسر کرنے کے طریقے سیکھائے ۔ بندگی میں مراسم عبودیت نماز، روزہ، حج، زکواۃ وغیرہ کے علاوہ اطاعت فرمانبرداری اور غلامی کا مفہوم بھی شامل ہے ۔ اس زمین پر انسان اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے اس کو تصرف کے بے شمار اختیار دیئے گئے ہیں لیکن وہ مختار کل نہیں ہے مختار کل صرف اللہ کی ذات ہی ہے اگر وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اگلے دونوں عوالم (برزخ، آخرت) میں نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر نافرمانیاں کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا

عالم برزخ:

دو چیزوں کے درمیان حائل چیز کو برزخ کہتے ہیں جبکہ دونوں کے درمیان کافی وسعت پائی جائے ۔ دنیا اور آخرت کے درمیان یا مرنے سے لیکر قیامت تک کا درمیانی وقفہ "برزخ" کہلاتا ہے اسے عالم مثال بھی کہا جاتا ہے ۔ بعض علماء برزخ کے معنی پردہ یا آڑ بھی کرتے ہیں یہ دو مختلف یا متضاد چیزوں کے درمیان ایک ایسی چیز کا نام ہے جس میں دونوں کے ملے جلے اوصاف پائے جاتے ہوں ۔ اور وہ آڑ کا کام بھی دیتے ہوں جیسے جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف برزخ ہے ۔ یہ بھی ایک لحاظ سے برزخ ہے کیونکہ اس میں زندگی اور موت کے ملے جلے آثار پائے جاتے ہیں ۔ اصطلاح عام میں مرنے کے بعد قیامت تک کے زمانے کو برزخ کہتے ہیں ۔

مرنے کے بعد انسانی جسم جہاں کہیں بھی ہوگا اور جس حالت میں بھی ہوگا اس کا تعلق اس کی روح سے جڑا رہتا ہے اور وہ تکلیف اور راحت سے دوچار ہوتی رہتی ہے اس راحت اور تکلیف کا حدیث نبوی ﷺ میں یوں بیان ہوا ہے کہ مومن کے پاس قبر میں جو فرشتے اس کا حساب لینے آتے ہیں وہ پہلے اس پر دوزخ کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم دنیا میں بداعمالیاں کرتے تو تمہارا ٹھکانہ یہ دوزخ ہوتی پھر اس پر جنت پیش کرکے کہا جاتا ہے کہ چونکہ تم نے دنیا میں اپنی زندگی احکام الٰہی کی اطاعت میں بسر کی ہے لہٰذا تمہارا ٹھکانہ یہ جنت ہے۔ پھر جنت سے ایک کھڑکی اس کی قبر میں کھول دی جاتی ہے۔ کافر کو پہلے جنت دکھائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تم نے دنیا میں اچھے کام کئے ہوتے تو تمہارا ٹھکانہ یہ جنت ہوتی پھر اس پر دوزخ پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ تم نے دنیا میں اپنی زندگی برے کاموں اللہ کے احکامات کی نافرمانی میں گزاری ہے لہٰذا تمہارا ٹھکانہ یہ دوزخ ہے۔ پھر اس کی قبر میں دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں میں قبر کا عذاب اور ثواب راحت یا تکلیف ثابت ہیں اس لئے اس میں کوئی شک شبہ کی بات نہیں۔ مومن کے لئے قبر کو فراخ کردیا جاتا ہے جبکہ کافر کے لئے اتنی تنگ کردی جاتی ہے کہ میت کی ہڈیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوجاتی ہیں اور یہ واقعات میت کی تدفین کے فوراً بعد شروع ہوجاتے ہیں۔ بعض علماء سے یہ بھی سنا ہے کہ قبر مومن اور کافر دونوں کو بھینچتی ہے لیکن اس بھینچنے میں فرق ہوتا ہے۔ مومن کو قبر اس طرح بھینچتی ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو پیار کے ساتھ اپنی چھاتی سے لگا کر بھینچتی ہے اور وہ اس میں بے حد راحت محسوس کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے جبکہ کافر کو اس طرح بھینچتی ہے جس طرح چیل مرغی کے بچے کو اپنے پنجوں میں دباتی ہے اور چونچ سے ٹھونگیں مارتی ہے جس سے اس کی چیخیں دور تک سنائی دیتی ہیں۔ قبر کے اندر مومن کو جنت دکھا کر اور جنت کی خوشخبری دے کر ذہنی اطمینان اور انبساط فراہم کیا جاتا ہے جبکہ کافر کو پہلے جنت اور پھر دوزخ دکھا کر اس کی حسرت و یاس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

عالم آخرت :

عالم دنیا اور عالم برزخ کے بعد آنے والے عالم کو عالم آخرت کہا جاتا ہے اس عالم کے اور بھی بہت نام ہیں جیسے یوم القیامہ، یوم الحساب، یوم الفصل، یوم البعث، یوم الخروج، یوم التغابن، یوم الوحید وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ عالم ہے جس میں کہ عالم دنیا کے ہر بڑے اور چھوٹے عمل کا حساب کیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم زیادتی نہ کی جائے گی ہر شخص اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا جو اس نے عالم دنیا میں کئے ہونگے۔ یہ ایک ویڈیو فلم ہوگی اور ہر شخص کے اعمال پردہ سکرین پر اس کے سامنے آجائیں گے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک صحیح فیصلہ کر دیا جائے گا۔ سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا زمین آگ کی طرح جل رہی ہوگی لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن حاضر ہونگے اور اعلان کیا جائے گا **و امتا زو الیوم ایھا المجرمون** "اے مجرموں آج نیک لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ" (**یسین**)۔ "یہ دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا" (**المزمل**) "لوگوں کے کلیجے منہ کو آجائیں گے وہ غم سے بھرے ہونگے لیکن نہ کوئی غمگسار ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارشی میسر آئے گا" (**المومنون**)" اس روز کے عذاب سے بچنے کے لئے مجرم چاہے گا اپنی اولاد، اپنی بیوی اپنے بھائی اپنے خاندان کو جو اس کا سہارا تھا حتیٰ کہ روئے زمین کی ہر چیز کو فدیہ دے کر اپنے آپ کو بچالے لیکن ایسا ممکن نہ ہوگا" (**المعارج**)" یہ وہ دن ہوگا جب دیدے پتھرا جائیں گے چاند گہنا جائے گا سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔ انسان کہے گا کہاں بھاگ کے جاؤں لیکن اس روز کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی" (**القیامہ**)۔

قیامت اچانک آئے گی کہ نہ تو کسی کو وصیت کرنے کا وقت ملے گا اور نہ گھر جانے کی مہلت ہوگی۔ اور یہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی یہ لوگ جس چیز کے انتظار میں ہیں وہ تو بس ایک دھماکہ ہے جو انہیں اس حال میں آئے گا کہ یہ لوگ دنیاوی معاملات میں جھگڑ رہے ہونگے اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے (**یسین**)

اللہ عزوجل نے اپنے ایک مقرب فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے جوصور اپنے منہ میں لئے کان اللہ تعالیٰ کے حکم پر لگائے ہوئے ہیں جیسے ہی حکم صادر ہوگا فرشتہ فوراً صور پھونکنا شروع کردے گا اس صور پھونکنے کو نفخہ اوّل کہا جاتا ہے۔شروع میں اس کی آواز مدھم سی ہوگی لیکن آہستہ آہستہ بڑھ کر اتنی شدید ہوگی کہ اس کی ہیبت اور خوف سے زمین وآسمان کی ساری مخلوق ہلاک ہوکر گر پڑے گی۔قرآن کی سورہ الحاقہ میں پہلے صور کے بعد کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے "پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماری جائے گی زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کردیا جائے گا اس روز ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔وہ دن کہ جب ہم آسمان کو یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔(**الانبیاء**) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا ستارے بکھر کر بے نور ہوجائیں اور پہاڑ چلائے جائیں گے (**التکویر**)جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہونگے اور پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوں گے(**القاریہ**)حدیث نبویﷺ میں بھی نفخ اوّل کے بعد آنے والے حالات کا ذکر کثرت سے ملتا ہے چند ایک پیش ہیں۔حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے صاحب صور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ صور پھونکیں گے تو ان کے دائیں طرف حضرت جبرائیل علیہ السلام اور بائیں طرف حضرت میکائیل علیہ السلام ہونگے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا صور پھونکا جائے گا اور جو جو سنے گا اپنی گردن ایک طرف جھکالے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا (یعنی بے ہوش ہوکر گر پڑے گا) سب سے پہلے جو شخص صور کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کے حوض کو درست کر رہا ہوگا آواز سنتے ہی گر پڑے گا اور لوگ بھی جیسے جیسے آواز سنیں گے گرتے جائیں گے(مسلم) نفخ اوّل کے بعد جب ساری مخلوق فنا ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے آج کے روز بادشاہی کس کی ہے پھر خود ہی جواب فرمائیں گے "ایک اللہ قہار کی" حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل جب ساری مخلوق کی روح قبض فرمالیں گے اور اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی

باقی نہ رہے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ تین مرتبہ ارشاد فرمائیں گے "آج کے روز بادشاہی کس کی ہے؟ پھر اللہ عزوجل خود ہی جواب دیں گے "ایک اللہ قہار کی" (طبرانی) نفخ اوّل کے کچھ عرصہ بعد آسمان سے بارش ہوگی جس سے انسانوں کی ریڑھ کی ہڈیوں سے ڈھانچے تیار ہونگے اور ان پر گوشت چڑھایا جائے گا لیکن جان نہیں ڈالی جائے گی (مسلم)

نفخ دوئم:

نفخ اول اور نفخ دوئم کے درمیان جو مدت ہوگی اس کے بارے میں صرف اللہ عزوجل ہی جانتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہؓ کیا چالیس دن کی مدت ہوگی حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا کیا چالیس ماہ کی مدت ہوگی حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں نہیں جانتا لوگوں نے پھر پوچھا کیا چالیس سال کی مدت ہوگی حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں نہیں جانتا یہ جتنی بھی مدت ہوگی وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو دوسری بار صور پھونکنے کا حکم فرمائیں گے "جسے نفخ دوئم یا نفخ ثانی بھی کہتے ہیں" اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے اس کی آواز گرج دار ہوگی لوگوں کی روحیں ان کے جسموں میں دوبارہ ڈال دی جائیں گی وہ زندہ ہو کر اپنی قبروں یا جہاں کہیں ان کے جسموں کے ذرات ہونگے اٹھ کھڑے ہونگے اور اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ نفخ دوئم کے بعد سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ اٹھیں گے آپ ﷺ کے بعد باقی لوگ بھی اٹھ کر اس میدان میں (جسے حشر کا میدان کہتے ہیں) اللہ کے سامنے اپنی دنیا کی کارگزاری کا جواب دینے کے لئے حاضر ہو جائیں گے۔ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہونگے ایک ہانکنے والا اور دوسرا گواہی دینے والا (سورۃ ق) حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن اٹھائے جائیں گے سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہونگے ان کے لئے ایک کرسی لا کر عرش کے

دائیں رکھ دی جائے گی پھر میرے لئے جنت سے لباس لایا جائے گا اور مجھے پہنایا جائے گا۔ جو کہ کسی اور کو نہیں پہنایا گیا ہوگا۔ پھر میرے لئے ایک کرسی لائی جائے گی جو عرش کے پائے کے پاس رکھ دی جائے گی (بیہقی) اس کے بعد انبیاء ومرسلین اور باقی لوگوں کو بھی کپڑے پہنا دیئے جائیں گے۔ یہ ہلاکت اور بربادی کا دن ہوگا اس روز کوئی جائے پناہ نہ ہوگی آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھرتے ہونگے (المعارج) لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہونگے کوئی ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا کوئی گھٹنوں تک ڈوبا ہوگا۔ لوگ اس دن کی ہولنا کیوں اور پریشانیوں سے سخت تنگ ہونگے اور چاہیں گے کہ حشر کے دن کی طویل مدت کسی طرح کم ہو اور ان کا حساب شروع کیا جائے اس لئے وہ انبیاء کرام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور درخواست کریں گے کہ ان کے حساب و کتاب کی اللہ عزو جل سے سفارش کی جائے لیکن تمام انبیاء انکار کر دیں گے آخر کار تمام انبیاء مل کر حضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے تو آپﷺ اللہ عزو جل کی بارگاہ میں سفارش کریں گے اسے شفاعت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سفارش قبول فرمالیں گے۔ لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائیگا۔ اس دن اللہ عزو جل کا عرش آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے۔ میزان لایا جائے گا اور اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے گواہوں کو حاضر کیا جائے گا اور صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور اللہ عزو جل فرشتوں کی معیت میں نزولِ جلال فرمائیں گے۔ ہر آدمی کو اکیلے ہی حساب دینا ہوگا۔ کسی پر کوئی ظلم زیادتی نہ ہوگی۔ میزان پر ہر چھوٹا بڑا عمل تو لا جائے گا اگر نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہوا تو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں ملے گا اور اسے جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا اس کا چہرہ خوشی سے چمکتا ہوگا اور اپنا اعمال نامہ ہر کسی کو دکھاتا ہوا جنت میں داخل ہوگا اور جس کا برائیوں والا پلڑہ بھاری ہوگا اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اسے دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا اس کا چہرہ گرد آلود ہوگا اور وہ اپنے اعمالنامے کو چھپاتا پھرے گا کہ فرشتے اسے گھسیٹ کر مارتے ہوئے دوزخ میں پھینک دیں گے۔ ایسا ہی ایک

دنیاوی مشاہدہ قارئین کی پیش نظر کرتا ہوں ۔کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میری ایک بچی پبلک سکول واہ کینٹ میں چھٹی جماعت کی طالبہ تھی ۔بچوں کے امتحان کے سالانہ رزلٹ پر بچوں کے والدین رزلٹ سننے کے لئے سکول کے باہر انتظار کررہے تھے میں بھی اسی مقصد کے لئے ایک جگہ کھڑا ہو کر بچی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔سکول کے اندر رزلٹ اناؤنس ہو رہا تھا تھوڑی دیر بعد بچے اپنے اپنے رزلٹ کارڈ اپنے ہاتھوں میں لئے باہر آنے لگے ۔میں نے دیکھا کہ جو بچے امتحان میں پاس ہو گئے تھے وہ اپنے رزلٹ کارڈ خوشی کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں لہراتے اور شور مچاتے ہوئے "ابو میں پاس ہو گیا میں پاس ہو گیا" اور جو بچے امتحان میں فیل ہو گئے تھے وہ بوجھل قدموں کے ساتھ گیٹ سے نکلتے ۔اپنا رزلٹ چھپاتے روتے اور ڈرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ اپنے ابو کے پاس آئے ۔یہ نظارہ دیکھ کر میری آنکھوں کے سامنے قرآن کی یہ آیات گھومنے لگیں:"پس جس کو دے دیا گیا اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں تو وہ فرطِ مسرت سے کہے گا لو پڑھو میرا نامہ اعمال مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔اور جس کو دیا جائے گا اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں وہ کہے گا اے کاش مجھے نہ دیا جاتا میرا نامہ اعمال اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے(الحاقہ)

اعمال ناموں کی تقسیم کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گا اللہ تعالیٰ جس جس سے چاہیں گے بغیر کسی ترجمان کے براہ راست سوال کریں گے سب سے پہلے مشرکوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے شرک کیوں کیا؟مشرک انکار کریں گے اور قسمیں کھائیں گے لیکن جب ہر طرف سے گواہ پیش کئے جائیں گے حتیٰ کہ ان کے اپنے اعضاء بھی ان کے خلاف گواہی دینے لگیں گے تب اللہ تعالیٰ ان پر غضب ناک ہونگے اور جہنم کے فرشتے ان کو مارتے اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔اہل ایمان سے سوال و جواب کا انداز مختلف ہو گا ایک مومن آدمی کو اللہ تعالیٰ اپنے قریب بلا کر اس پر اپنا دامن رحمت ڈال دیں گے اور سوال کریں گے کہ تو نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے مومن مانتا جائے گا اور سوچے گا کہ آج بچنا مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے

دنیا میں بھی تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا آج بھی پردہ ڈال رہا ہوں اور اسے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ جنت کے فرشتے اسے نہایت احترام کے ساتھ جنت میں داخل کردیں گے۔

سب سے مشکل مرحلہ صراط کا ہوگا ہر آدمی کو اس کے عقیدے اور اعمال کے مطابق صراط سے گزرنے کے لئے نور دیا جائے گا اہل ایمان کو دو مشعلیں دی جائیں گی بعض کو ایک مشعل دی جائے گی اور بعض کو ٹمٹماتے چراغ کی روشنی دی جائے گی یہ منظر اس قدر ہولناک ہوگا کہ کسی کی زبان سے کوئی بات نہیں نکلے گی۔ صرف انبیاء کرام کی زبان سے ربّ سلّم ربّ سلّم یا اللہ بچالے یا اللہ! بچالے کی صدائیں بلند ہونگی۔ صراط عبور کرنے کے بعد تمام اہل ایمان (قنطرہ) پل صراط کا آخری حصہ میں روک لئے جائیں گے اور جن مسلمانوں کے درمیان کوئی غلط فہمی گلہ شکوہ یا ناراضگی ہوگی دور کی جائے گی اور انہیں مکمل طور پر پاک اور صاف کر کے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے مقابلہ میں کافروں، منافقوں اور مشرکوں کا پل صراط پر گزرنا سخت مشکل ہوگا ان پر ہر طرف سے تاریکی چھا جائے گی اور وہ پل صراط سے گر گر کر واصل جہنم ہونگے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمادیں گے تو موت کو ایک دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا جو جنت اور جہنم کے درمیان واقع ہوگی پھر پکارا جائے گا اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہونگے کہ شاید انہیں جنت سے نکالا جا رہا ہے پھر پکارا جائے گا اے جہنم والو! وہ خوش ہونگے کہ شاید انہیں جہنم سے نکالا جا رہا ہے پھر دونوں اہل جنت اور اہل جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم اس کو جانتے ہو دونوں جواب دیں گے ہاں خوب جانتے ہیں یہ موت ہے جسے دنیا میں ہم پر مسلط کیا گیا تھا چنانچہ اسے سب کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان ہوگا اے جنت والوں اب تم ہمیشہ جنت میں رہو گے اور اے جہنم والو اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے اب کسی کو موت نہیں آئے گی (ترمذی) اس اعلان پر اہل جنت کو اتنی خوشی ہوگی کہ خوشی سے اگر مرنا ممکن ہوتا تو مر جاتے اور اہل جہنم کو اتنا غم ہوگا کہ اگر غم سے مرنا ممکن ہوتا تو وہ غم سے مر جاتے۔

اللہ تعالیٰ کے اس آخری فیصلہ کے بعد جنتی جنت میں مادی نعمتوں مثلاً پھل ،مکان، غذا،شراب طہور،حورو غلماں،شہد اور دودھ کی نہریں وغیرہ وغیرہ کے علاوہ روحانی نعمتوں سے بھی لطف اندوز ہونگے۔جن میں سب سے بڑی چیز اللہ کی قربت اور اللہ کا دیدار ہوگا۔اہل جنت امن اور سلامتی کی باتوں کے علاوہ کوئی لغویات نہ سنیں گے۔اہل جنت کے دل صاف ہونگے اور بھائیوں کی طرح اپنے سامنے تختوں پر بیٹھے باتیں کرتے ہونگے۔اہل جنت کے چہرے ہر وقت روشن ہونگے اور ان کی پکار ہر وقت سلام ہی سلام ہوگی۔جنت میں سو درجے ہونگے اور سب سے بڑا درجہ جنت الفردوس کا ہوگا۔اللہ تعالیٰ جنتیوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم خوش ہو وہ کہیں گے اے اللہ ہمیں اتنی نعمتیں عطاء کردی ہیں ہم کیوں نہ خوش ہوں پھر اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائیں گے اور جنتیوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دوزخ کو ہزار برس تک دھونکایا گیا تو بالکل سیاہ ہوگیا اب وہ بالکل تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کا ہلکا سا عذاب بھی یہ ہوگا کہ دوزخی کو فقط آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جس سے اس کا بھیجا ہنڈیا کی طرح پکتا ہوگا اور وہ یہ سمجھے گا کہ مجھ سے بڑھ کر اور کسی پر عذاب نہیں۔دوزخ میں اونٹ سے بھی بڑے سانپ ہونگے اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے گا دوزخیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے آج تک جنت سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں دیکھی اور دوزخ سے زیادہ کوئی چیز تکلیف دہ نہیں دیکھی۔دوزخی دوزخ میں آپس میں لڑیں گے ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے چیخ و پکار کرتے ہوئے باہر کی طرف بھاگیں گے لیکن اللہ کے فرشتے انہیں پکڑ کر دوبارہ دوزخ میں دھکیل دیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں جنت میں جانے والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

دین کی توفیق اللہ کے محبوب ہونے کی علامت

(مولانا محمد یوسف اصلاحی)

اللہ نے آپ کو خوش مزاج، خوش خصال اور اچھی عادتوں والا بنایا ہے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر لوگ مسرت اور فرحت محسوس کرتے ہیں آپ کی رفاقت اور صحبت کو پسند کرتے ہیں یقیناً یہ اللہ کا آپ پر بہت بڑا کرم اور احسان ہے۔ اچھی عادتیں، نیک خصلتیں اور خوش مزاجی اللہ کی بڑی پسندیدہ نعمتیں ہیں۔

اللہ نے آپ کو صحت، قوت اور حسن و جمال سے نوازا ہے، صحت و جمال بھی خدا کی بڑی اہم نعمت ہے اس نعمت کی قدر کیجئے اور صحت کو ہرگز نہ بگڑنے دیجیے ایک بار جب صحت بگڑ جاتی ہے تو پھر بڑی مشکل سے سنبھلتی ہے اور زندگی بوجھ محسوس ہوتی ہے، صحت کا خیال رکھیئے اور اپنے اوقات کار اور محنت و مشقت کا ایسا نظام العمل بنائیں کہ زندگی کے کام بھی انجام پاتے رہیں اور صحت کا حق بھی ادا ہوتا رہے صحت اچھی ہو تو عمر کا آخری حصہ بالخصوص بہت سکون سے گزرتا ہے اور آدمی تا دیر زندگی سے لطف اندوز رہتا ہے اور خوش و خرم زندگی گزارتا ہے۔

اللہ نے آپ کو خوش حال بنایا ہے، مال و دولت سے نوازا ہے روزی اور وسائل حیات فراوانی بخشی ہے۔ یقیناً یہ بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، مال کو اللہ نے فضل اور خیر سے تعبیر کیا ہے اور قرآن نے اس کو قیام حیات کہا ہے، قوام یا قیام اس رفیق کو کہتے ہیں جس پر کسی چیز کی بقا اور دارومدار ہوتا ہے۔ یقیناً مال کی حیثیت زندگی کے لئے قوام ہی کی سی ہے اس کی قدر کیجئے اور یاد رکھیئے کہ اس کا اصل مالک وہ اللہ ہے جس نے آپ کو مال عطاء فرمایا ہے۔ بہت محدود مہلت حیات کے لئے اس نے آپ کو اس کا امین بنایا ہے یہ صحیح ہے کہ اس کے حصول کیلئے آپ نے جدوجہد اور محنت کی ہے ، اور زندگی کا بہترین وقت لگایا ہے آپ کو یقیناً حق ہے کہ

اس سے فائدہ اٹھائیں، اپنی سہولت اور آسائش کا سامان اس کے ذریعے فراہم کریں اور اللہ کے دیئے ہوئے وسائل سے اپنی زندگی کو پرسکون، پرلطف اور بارونق بنائیں، مگر یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آپ کے ربّ نے جو کچھ دیا ہے اس کے لئے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ آپ اس کو کہاں کہاں اور کیسے خرچ کریں مگر خرچ کرنے کی آزادی اور اختیار آپ کو ضرور دیا ہے۔ یہ گوناگوں نعمتیں جو اللہ نے اپنے بندوں کو دے رکھی ہیں ان کا شمار اور حساب انسان کے بس سے باہر ہے تمام نعمتوں کا ہی نہیں بلکہ کسی ایک نعمت کے فیوض و برکات کا حساب و شمار بھی ممکن نہیں۔

و ان تعدو نعمة الله لا تحصوها (ابراہیم 34:14)

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

یہ حسین و جمیل جسم، اس کی دلکش اور حیرت انگریز ساخت، دیکھنے سننے، سونگھنے چکھنے اور چھونے کی زبردست قوتیں، دل و دماغ کی بے پناہ صلاحیتیں۔ جذبات و احساسات بے حدو حساب اخلاقی اوصاف اور جسم و جان کی بے پناہ توانیاں جن میں سے ایک ایک قوت انسان کو حیران کر دینے والی ہے ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ناشکری کی زندگی ہرگز نہ گزارے۔

دنیا کی ان نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عجیب و غریب بات فرمائی ہے کہ سنتے ہی آدمی ششدر رہ جائے اور رک کر کچھ سوچنے اور فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے اللہ تعالی دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے، اور پھر آپ نے دین اور دیندارانہ زندگی کے چند اوصاف اور علامتیں بیان فرمائیں آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ "اللہ تعالی نے تمہارے درمیان اخلاق و عادات کی تقسیم کر دی ہے جس طرح کہ اس نے تمہارے درمیان روزی کی تقسیم کر دی، اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا، پس سمجھ لو کہ جس کو دین دیا گیا ہے وہ اللہ کا محبوب ہے۔" (مسند احمد، ترغیب)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت کسی کو نہایت اچھے اخلاق اور اچھی عادتیں عطا فرمائی ہیں اور کسی کو ان سے محروم رکھا ہے، اسی طرح کسی کو دولت کی فراوانی اور خوشحالی سے نوازا ہے اور کسی کو تنگی اور عسرت میں رکھا ہے۔ نہ اچھی عادتیں، خوش مزاجی اور خوش گفتاری اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے اس بندے پر کرم فرمایا ہے اور نہ تنگ دستی، سخت مزاجی اور درشتی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس بندے سے ناراض ہے اور اس پر عتاب فرمایا ہے دنیا میں ان چیزوں کی تقسیم کی بنیاد اللہ کی رحمت اور اللہ کا غضب نہیں ہے بلکہ یہ تو آزمائش کے ذرائع ہیں کسی کو قوت اور شجاعت سخت گیری اور سخت مزاجی دے کر آزماتا ہے کسی کو نرم مزاج اور کمزور بنا کر آزماتا ہے کسی کو دولت خوشحالی اور اقتدار دے کر آزماتا ہے اور کسی کو تنگ دستی، بدحالی اور مظلومیت میں رکھ کر آزماتا ہے یہ صرف آزمائش کے ذرائع ہیں یہ ہرگز خدا کی محبت اور پسندیدگی کی دلیلیں اور علامتیں نہیں ہیں۔

اگر یہ جاننا ہو کہ کون خدا کا پسندیدہ، مطلوب اور محبوب بندہ ہے اور کون خدا کا ناپسندیدہ اور راندہ درگاہ بندہ ہے تو اس کی بنیاد اور قطعی علامت صرف دین، دینی شعوری اور دیندارانہ زندگی کی توفیق ہے۔ جب آپ کسی بندے کو دیکھیں کہ وہ دین پر عمل کر رہا ہے اور دیندارانہ زندگی گزار رہا ہے تو یقین کرلیں کہ اس پر اللہ کی رحمت ہے یہ اللہ کا محبوب اور مطلوب بندہ ہے اور جب کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ دین سے محروم ہے بے دینی اور بے عملی کی زندگی گزار رہا ہے، دینی شعور سے عاری ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ خدا کا مطلوب اور پسندیدہ بندہ نہیں ہے، وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہے۔

محض عادات و خصائل اور دولت کی کثرت اور خوشحالی ہرگز اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اللہ نے اس بندے کو اپنے کرم سے نوازا ہے اگر وہ دین اور دینی شعور سے محروم ہے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ نے اس کو ڈھیل دے رکھی ہے تا کہ وہ اپنے گناہوں اور سرکشیوں کا ڈول اچھی طرح بھر لے۔ یہ قوت وسائل، دولت اقتدار اور خوشحالی ہرگز خدا کی عنایت اور رحمت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اللہ اس بندے پر اپنی حجت پوری کر رہا ہے کہ میدان حشر میں اس کے پاس کوئی عذر نہ رہے اور ان وسائل سے وہ گمراہی میں جہاں تک جا سکتا ہو جائے اور دل کے ارمان پورے کر لے۔

اسلئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی کو زبردستی ہدایت کی راہ پر نہیں لگاتا بلکہ آزماتا ہے۔اور آزمائش کے لئے وہ اپنی حکمت کے تحت ہر طرح کے ذرائع فراہم کرتا ہے۔

اسی طرح غربت، تنگدستی، خستہ حالی، کمزوری، اور مظلومیت بھی لازماً اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس بندے پر خدا کا عتاب ہے، وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہے اور اس کا ربّ اس سے ناراض ہے اگر ان کمزوریوں کے ساتھ وہ بندہ دیندار ہے دینی ذوق اور دینی شعور رکھتا ہے، خدا اور رسول ﷺ کا فرمانبردار ہے اور ان سختیوں اور مصیبتوں کے باوجود دیندارانہ زندگی گزار رہا ہے تو یقین کر لیجئے کہ وہ خدا کا پسندیدہ مطلوب اور محبوب بندہ ہے۔ان آزمائشوں میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ اس کی وفاداری کے مرتبہ کو بلند کرنا چاہتا ہے۔اپنی حکمت کے تحت اسے اور کندن بنانا چاہتا ہے اور ہر غل وغش سے پاک کر کے بلند درجات سے نوازنے کیلئے اپنے پاس بلانا اور مقربین میں شامل فرمانا چاہتا ہے

اللہ کی نظر میں کون محبوب ہے اور کون ناپسندیدہ اور کون مقرب ہے اور کون راندہ درگاہ اس کی فیصلہ کن بنیاد اور علامت "دین" ہے۔جس کو بھی اللہ نے دین کی دولت دی ہے اور دیندار بن کر رہنے کی توفیق بخشی ہے خواہ وہ صحت وخوشحالی میں ہو یا کمزوری یا بیماری یا تنگدستی میں ہو یقیناً وہ اللہ کا پیارا محبوب اور مطلوب بندہ ہے۔اور جو دین سے محروم خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی زندگی گزار رہا ہے خواہ وہ تنگی عسرت، خستہ حالی اور مظلومیت کی زندگی گزار رہا ہے یا صحت واقتدار کی بہرکیف وہ خدا کا ناپسندیدہ اور راندہ درگاہ ہے اور اللہ کے غضب میں گرفتار ہے۔کسی کو دنیا کی نعمتوں سے مالامال دیکھ کر آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اللہ اس بندہ سے خوش ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔دنیا کی یہ نعمتیں اس کو بھی دی جاتی ہیں جو خدا کا محبوب ہے اور اس کو بھی دی جاتی ہیں جو خدا کا ناپسندیدہ ہے اور جس پر وہ غضبناک ہے۔البتہ جب آپ کسی شخص کو دین کی نعمت سے مالا مال دیکھیں تو یقین کر لیں کہ اس بندہ پر اللہ کی نظر کرم ہے اور یہ خدا کا پیارا، محبوب اور مطلوب بندہ ہے۔

انسان کی سعادت کی معراج اور اس کی طلب اور آرزو کی منتہا یہی ہو سکتی ہے کہ وہ

اپنے رب کا محبوب بندہ بن جائے اللہ اس سے پیار کرنے لگے اور اپنے پیارے بندوں میں شامل فرمائے ۔اگر ہم واقعی آرزو میں سچے ہیں اور یہ تمنا حقیقتاً ہمارے دل میں ہے اور ہم اپنے رب کے مطلوب بندے بننا چاہتے ہیں تو حتمی فیصلہ کریں اٹل عزم کریں اور یکسوئی دلجمعی اور نشاط کے ساتھ دیندارانہ زندگی گزاریں شعور کے ساتھ دیندار بن کر رہیں ۔اور پوری زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں سرگرم رہیں اور رسول ﷺ کی اطاعت کی لذت سے کسی لمحے بھی اپنی زندگی کو محروم نہ ہونے دیں ۔

ارشاداتِ عالیہ بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (از تعمیر ملت (P-141)

اس میں شک نہیں کہ ''حکمت'' اشرف اور افضل ترین علم ہے ۔اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہو جاتی ہے، عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے، روحیں نظر آنے لگتی ہیں، رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے عظام کی زیارت میسر آتی ہے، عالم مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے، کشف و کرامات کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے، مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت کی معرفت اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے ۔لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی عارف دین و دنیا میں امت محمدیہ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے ۔ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویذ گنڈوں اور دم درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بیکار لوگوں کا اضافہ کر دیں ۔آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں، جو اپنی تعلیم و توجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں، حق و باطل میں تمیز کر سکیں، سستی و کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں ۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو ۔

قانونِ فطرَت

(مرسلہ:مدثرحسن بخاری ایڈووکیٹ۔ملتان)

انسان کا تجربہ اور علم اس امر پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو طبیعی قانون کروڑوں سال قبل مقرر کیا تھا اس میں آج بھی سرِمو انحراف وتغیر نہیں ہوا ہے اور ساری کائنات میں وہ قانون طبیعی کسی فرق وتبدیلی کے بغیر آج تک قائم ودائم ہے البتہ انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تائیدونصرت کے لئے اللہ تعالیٰ عام مادی ضوابط کو عارضی طور پر معطل کر کے اپنی آیات کو ظاہر کرتا رہا ہے جنہیں معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اب بھی اس پر قادر ہے کہ اپنے کسی محبوب بندے یا پسندیدہ قوم کی نصرت وتائید کے لئے اپنے کسی طبیعی قانون کو توڑ کر اپنی قدرت کی خصوصی شان کو ظاہر فرمادے لیکن خرقِ عادت کے یہ واقعات شاذ ونادر ہی وقوع میں آتے ہیں اور کوئی فرد یا قوم ان پر تکیہ کر کے لائحہ عمل نہیں بنا سکتی اس لئے کہ اکثر وبیشتر حالات میں تو عادی وفطری خواص کا بنایا ہوا قانون ہی کارفرما ہے۔قانونِ فطرت کی پختگی اور پائیداری پر ایمان ویقین کے سہارے ہی انسان چاند اور مریخ کا لاکھوں کروڑوں میل کا فاصلہ کتنے یقین واعتماد اور کامیابی کے ساتھ طے کرتا چلا جارہا ہے اس کے برعکس اگر انسان اس تذبذب اور بے یقینی کا شکار رہتا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طبیعی قوانین میں کسی آن تبدیلی واقع ہوسکتی ہے تو تسخیر کائنات کی منصوبہ بندی نہ ہوتی اور شک وتذبذب میں گرفتار انسان کوئی جرات مندانہ قدم نہ اٹھا پاتا کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے طبیعی قانون کے تحت کام کر رہی ہے زمین چاند ،سورج ،ستارے،ہوا سمندر ہر ایک کے طبیعی قانون کے مطابق سرگرم عمل ہے ان میں سے کسی کو بھی سرکشی کی مجال نہیں۔اگر سورج کی اپنی رفتار میں سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے برابر بھی کمی بیشی ہوجائے یا ہوا ایک لمحہ کیلئے بھی رُخ خود بخود بدل جائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے۔

زوجین: شب وروز ہم جن اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یونہی غور وخوض کئے بغیر گزر جاتے ہیں ان ہی کے اندر حقیقت کا سراغ دینے والے نشانات موجود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے افزائش نسل

کے لئے زوجین (نرو مادہ) اوران کے باہمی اتصال کو ایک بنیادی قانون بنایا۔زن ومرد کے درمیان جنسی اختلاط انسانی پیدائش کا موجب ہے حیوانات کی نسلیں بھی نر و مادہ کے جنسی اختلاط واتصال ہی سے قائم ہیں۔نباتات کے متعلق بھی انسان جانتا ہے کہ ان میں نر و مادہ عناصر موجود ہیں اوران کے درمیان بھی وہی اتصال کا اصول کارفرما ہے حتیٰ کہ بے جان مادوں تک میں اختلاط واتصال کا طبیعی قانون نافذ ہے مختلف اشیاء جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تب ہی ان سے طرح طرح کے نئے مرکبات وجود میں آتے ہیں خود مادے کی بنیادی ترکیب منفی اور مثبت برقی توانائی کے ارتباء سے ہوئی ہے ایٹم کے دقیق ذرّے کو جب پھاڑا گیا تو اس میں بھی منفی اور مثبت طاقت ظاہر ہوئی پس ثابت ہوا کہ ہر چیز میں زوجین کا ہونا اللہ کا اٹل قانون ہے قدرت خداوندی کے تحت احتکاک رگڑ اور اتصال باہم کے ذریعہ ساری کائنات وجود میں آئی ہے وہ حکمت وصناعی کی عجیب باریکیاں اورپیچیدگیاں اپنے اندر رکھتی ہے اوراس کے اندر ہر جوڑے کے دوافراد کے درمیان ایسی مناسبتیں پائی جاتی ہیں کہ کوئی صاحب عقل نہ تو اس چیز کو ایک اتفاقی حادثہ کہہ سکتا ہے نہ یہ مان سکتا ہے کہ یہ سب بغیر ایک مقررہ قانون کے جاری ہیں یہی وہ حقائق ہیں کہ ان پرغور وفکراور تجربہ ومشاہدہ سے ایمان کے چشمے قلب انسانی سے پھوٹ سکتے ہیں کاش ہم ان حقائق پرغور وفکر کریں اوران حقائق پرغور اور خالق کائنات کی قدرت کا مشاہدہ کر کے اپنے ایمان کی پختگی کا سامان مہیاں کریں۔۔

الارض: اسی طرح اللہ نے زمین کو پیداوار کے حصول کا ذریعہ بنایا جو بے شمار مخلوقات کے لئے رزق کا ذریعہ ہے پیداوار کا انحصار زمین کی صلاحیت بارآوری پر ہے لیکن اس صلاحیت کو بروئے کار لانے کے لئے کتنا بڑا نظام کام کر رہا ہے یعنی بارش کنوؤں دریاؤں یا آبشاروں اور جھیلوں سے پانی ملتا ہے سورج کی حرارت موسموں کے تغیر وتبدل پر،فضائی حرارت وبرودت پر ہوا کی گردش اور برقی رو پراثر انداز ہوتی ہے۔اور بادلوں سے بارش برسانے کی محرک ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بارش کے پانی میں ایک طرح کی کھاد بھی شامل کر دیتی ہے ذرا دیکھئے زمین سے لے کر

آسمان تک ان مختلف چیزوں کے درمیان یہ ربط اور مناسبتیں قائم ہیں پھر یہ سب بے شمار اور مختلف النوع مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں اور ہزاروں لاکھوں برس سے ان کا پوری طرح ہم آہنگی کے ساتھ مسلسل جاری رہنا ایسی باتیں ہیں جو ہماری راہنمائی کرتی ہیں کہ خدا کا ہر کام ایک قانون اور طریقہ کے مطابق قائم و جاری ہے۔

طوفانِ نوح: اس واقعہ سے بھی ہم کو طبیعی قوانین کی پختگی کا مزید یقین ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب نافرمان اور سرکش قوم کو طوفانِ آب کے ذریعہ تباہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اپنے نیک صالح بندوں کو کسی معجزانہ طریقے سے بچالیتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے طبیعی قوانین کے خلاف کام کرنا بالعموم پسند نہیں کرتا اس لئے طوفان کی آمد سے بہت پہلے حضرت نوحؑ کو اپنے طبیعی قانون کے مطابق کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اس سے اندازہ کیجئے کہ خدا اپنے اٹل قوانین کو کس طرح قائم رکھتا ہے کہ اُس نے ایک طرف سرکش نافرمان قوم کو ہلاک کرنے کیلئے طوفان کو ذریعہ بنایا اور دوسری طرف اپنے نیک اور صالح بندوں کو بچانے کیلئے کشتی کو ذریعہ بنایا گویا دونوں کام طبیعی قوانین کے تحت ہوئے البتہ اتنا حصہ معجزہ یا خرقِ عادت کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا کہ طوفان آئے گا اور اس سے بچنے کا تم یہ راستہ اختیار کرنا۔

مندرجہ بالا چند مثالوں سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ایسا قانون طبیعی جاری کیا ہے جو سوائے شاذ و استثنائی حالات کے کبھی نہیں بدلتا بلکہ یکساں اور مقررہ طریقہ کار پر چلتا رہتا ہے عام طور پر اللہ تعالیٰ خود بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا حالانکہ وہ اس پر قادر ہے کہ جب چاہے کسی طبیعی قانون کو توڑ کر کسی خصوصی شان کو ظاہر فرمادے جیسے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں آگ کو گل و گلزار بنا دیا اور بنی اسرائیل کی نجات کے لئے سمندر کو پھاڑ کر راستہ بنایا لیکن جیسے کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں ایسے واقعات شاذ و نادر ہوتے ہیں۔اور ان کے بھروسے پر لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا جاسکتا ہے۔

گناہ کے اثرات و علاج

(پروفیسر شبیر شاہد ہوتوانی توحیدی۔چوک اعظم)

اسلام ایک عالمگیر اور دین فطرت ہے اور اس کی تعلیمات بھی آفاقی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی رُشد و ہدایت کیلئے احکامات، جو اوامر اور نواہی پر مشتمل ہیں۔قرآن کریم میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں کرنا اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے رُکنا ہی عین اسلام اور عبادت کا درست مفہوم ہے۔جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر انسان وہ کام نہ کرے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے، ان کاموں سے نہ رُکے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔جس سے اس کا دل اداس اور غمگین ہو جاتا ہے اور روح گھائل ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس انسان احکامات کی بجا آوری کرتا ہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے جس کا دوسرا نام نیکی ہے جسے کر کے روحانی خوشی اور فرحت محسوس کرتا ہے۔دنیا کے کسی خطّے میں بسنے والے انسانوں میں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم گناہ کو ناپسندیدہ فعل سمجھا جاتا ہے۔بعض گناہوں کی سنگینی عمل کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا "تمام لوگ قابل معافی ہیں مگر وہ لوگ جو کھلم کھلا علانیہ طور پر گناہ کرتے ہیں۔

جب انسان گناہوں کی دلدل میں قدم رکھتا ہے تو گناہ کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر جب گناہوں کے ظلمات سے انسان بے زار ہو جاتا ہے اور گناہوں سے چھٹکارا چاہتا ہے تو توبہ کیلئے آمادہ ہوتا ہے لیکن شیطان اسے توبہ کرنے سے ٹالتا رہتا ہے۔انسان سوچتا ہے کہ کچھ مدت بعد توبہ کرلوں گا ابھی عمر پڑی ہے اور جب عزم نو کے ساتھ توبہ کا ارادہ کر ہی لیتا ہے جو مضبوط قوت ارادی کا مالک ہے تو وہ تمام گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اگر کمزور قوت ارادی کا مالک ہے تو کچھ دن توبہ پر قائم رہتا ہے پھر توبہ توڑ دیتا ہے۔اسطرح سب سے قوی اور ہوشیار وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر حاوی اور مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو۔بہت کم لوگ صاحب عزیمت ہوتے ہیں جو توبہ پر قائم رہتے ہیں۔

گناہوں کے مہلک اثرات ،نتائج اور نقصانات:

گناہوں کے بُرے اثرات ونتائج جوروح وبدن کودنیاوآخرت میں نقصان پہنچاتے ہیں

☆ انسان علمِ حقیقی سے محروم ہوجاتا ہے۔گناہ بصیرتِ باطنی کوضائع کردیتے ہیں جس سے دل حق کونہیں سمجھ سکتا۔اللہ کے بندوں اورحزب الشیطان میں تمیزنہیں کرسکتا۔

☆ بندہ گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سےمحروم رکھاجاتا ہے۔(مسنداحمد)

☆ گناہ کےارتکاب سے گنہگاراپنے دل میں اللہ سےاور نیک لوگوں سے وحشت محسوس کرتا ہے۔جوبڑھتی رہتی ہے۔یہ وحشت بڑھتے بڑھتے اپنی ذات سےمتنفر کردیتی ہے

☆ جومومن تقویٰ وپرہیزگاری اختیارکرتا ہےاللہ تعالٰی اس کے نیکی کے کاموں میں آسانی فرمادیتے ہیں۔جبکہ گنہگارکانیکی پر چلنامشکل ہوجاتا ہے۔پھرخیرکادروازہ بندہوجاتا ہے

☆ گناہ کی تاریکی/ظلمت دل پر چھاجاتی ہے۔طاعت ایک نورہےاورمعصیت ظلمت۔

☆ طاعت اورعبادت کی توفیق سلب کرلی جاتی ہےاورنیکی کی سعادت سےمحروم رہتا ہے

☆ معصیت اورگناہ عمرکوکم کرتا ہےیعنی عمرکی برکت کوزائل کردیتا ہے،جس طرح نیکی عمرکو بڑھاتی ہےاسی طرح بدی اس کوکم کردیتی ہے۔

☆ گناہ نیکی کےارادےکوکمزورکردیتا ہے۔گنہگارگناہ کےارادےمیں قوی اورتوبہ کے ارادے میں کمزورہوتا ہے۔گناہ پرگناہ دل پرحملہ آورہوتے ہیں۔

☆ گنہگاراللہ کی نظرِ رحمت سے گرارہتا ہے جوشخص اللہ کےنزدیک ذلیل ہوجاتا ہے کوئی بھی اس کی عزت دل سےنہیں کرتا۔

☆ گنہگاراللہ اوراس کی راہ سے بالکل غافل ہوجاتا ہےفکرآخرت اوراللہ کےروبروپیش ہونے سے بدکتا ہے۔

☆ گنہگارشیطان کاتابع اورخواہشات کاغلام اورہواوہوس کاشکاررہتا ہے۔

گنہگار اللہ کی طرف ایک قدم بھی اٹھانے کے قابل نہیں رہتا جس کی وجہ سے ہر طرف سے آفتیں اسے گھیر لیتی ہیں۔

☆ گناہ سے نفس میں خباثت اور ضعف پیدا ہوتا ہے۔نفس امارہ تو گناہوں کی وجہ سے مزید قوی اور جری ہوجاتا ہے۔

☆ گناہ زوال نعمت کا سبب اور غضب الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں "بلا ومصیبت صرف گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے"۔

☆ گناہ کا ایک وبال یہ ہے کہ گناہ کرنے والے کے دل سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اُٹھ جاتی ہے اور اس کا وقار و مقام کمزور ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ کی عظمت وجلال حرمت گناہ اور گنہگار کے درمیان حائل ہوجایا کرتی ہے۔

☆ حضورﷺ نے فرمایا کہ "میرے حکم کی مخالفت کرنے والوں پر ذلت وحقارت مسلط کردی جاتی ہے"

☆ اللہ تعالیٰ گنہگار کو بھلا دیتا ہے۔اور اپنی رحمت سے محروم کرکے دوبدِ احسان سے گرا دیتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے نا آشنا اور غافل ہوتا ہے۔زبان ذکر میں اس کا ساتھ نہیں دیتی اور ذکر کا موقع میسر آجائے تو اس کی زبان اور دل میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی کہ وہ ذکر کے اثر سے اثر پذیر ہو۔

☆ گناہ کی سزا یہ ہے کہ گنہگار کے دل کو بیماری میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔دل پر گناہ کی تاثیر جسم پر مرض کی صورت میں اثرانداز ہوتی ہے۔

☆ جب انسان ارتکاب گناہ کرتا ہے تو ملکوتی طاقتیں گناہ کی نحوست کی وجہ سے دور ہوجاتی ہیں۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ "جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے"۔

☆ گناہ کا ایک عذاب یہ ہے کہ دوسرے گناہ کا سبب بنتا ہے۔یعنی ایک گناہ دوسرے کا بیج بوتا ہے۔ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے۔

☆ گناہ کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ گناہ انسان کی نظروں میں ایک حقیر اور معمولی محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "مومن آدمی گناہ کو یوں سمجھتا ہے کہ گویا وہ پہاڑ کے نیچے ہے۔کہیں وہ پہاڑ اس پر نہ آپڑے۔جبکہ گنہگار یوں سمجھتا ہے جیسے ایک مکھی اس کے ناک پر بیٹھ گئی اور وہ اپنے ہاتھ کی معمولی حرکت سے اڑا دے"۔(حدیث)۔

اگر انسان توبہ کو معمولی عمل سمجھ کر لفظوں تک محدود رکھے زندگی میں کوئی انقلاب اور تبدیلی نہ لائے تو اس توبہ کی قبولیت کی کوئی گارنٹی نہیں صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرتا رہے اور دل سے توبہ نہ کرے تو یہ توبہ نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اسطرح کی توبہ تو ہم دن میں کئی بار کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔اگر ہم سچی توبہ کرلیں تو ربّ ذوالجلال اپنے بندے کے تمام گناہ اسطرح مٹا دیتا ہے کہ جیسے اس نے کیے ہی نہیں تھے ورنہ گناہوں کی نحوست سے دل سیاہ ہو جاتا ہے کیونکہ ایک ایک گناہ سے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے دل میں اچھائی اور برائی کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔گناہوں کی سیاہی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔لہٰذا گناہوں سے سچی توبہ کرکے مذکرہ آفات و مصیبتوں سے جان چھڑائی جاسکتی ہے اگر انسان لاعلمی اور بے پرواہی برتے ،گناہوں سے سچی توبہ نہ کرے تو موت تک یہ بیماریاں پیچھا نہیں چھوڑتیں۔بارہا تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ معمولی علاج سے مہلک امراض سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی یہ اس وقت ہوا جب اس شخص نے گناہوں سے سچی توبہ کرلی یا صدقہ،خیرات کے ذریعے مصیبتوں کے آگے بند باندھا اور اپنی زندگی کا نئے سرے سے آغاز کرکے دنیا و آخرت سنوار لی اور اپنے ربّ کو راضی کرلیا۔

نفس اور شیطان کی نگرانی:

جب تک نفس اور شیطان موجود ہیں گناہوں کے وساوس اور ارادے بالکل ختم نہیں ہو سکتے چاہے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پہنچ جائے البتہ کمزور ضرور پڑ جاتے ہیں۔نفس او رشیطان دونوں اژدھا ہیں یہ دونوں مرتے نہیں یہ دونوں زہریلی چیزیں ہیں جو انسان کو پریشان اور خراب کرتے ہیں اور جہنم کے عذاب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جو ہر وقت گھات میں رہتے ہیں۔ کوئی موقع ملے حملہ کر دیتے ہیں بلکہ قرآن میں شیطان کو انسان کا کھلا دشمن قرار دیتے ہوئے حکم دیا کہ تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کے وار سے بچنے کیلئے دو ہتھیار بھی دیئے ہیں ایک استغفار اور دوسرا توبہ ہے۔یہ ان زہریلی چیزوں کیلئے تریاق ہیں۔

شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے مایوس ہرگز نہیں ہونا۔اللہ تعالیٰ بڑا رحمٰن ورحیم ہے اس نے مرتے دم تک توبہ کا دروازہ کھولا ہوا ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ جو بندہ توبہ کر لے گا اس کے تمام گناہ صرف معاف نہیں کرونگا بلکہ مٹا دونگا تا کہ شائبہ نہ رہے۔بعض لوگ گناہ کے نہ چھوٹنے سے توبہ سے گریزاں رہتے ہیں کہ گناہ چھوٹ ہی نہیں سکتا توبہ کیسے کریں گے۔ سچے دل سے توبہ کرنا ہمارا کام اور معاف کرنا اور گناہ سے بچنے کی توفیق دینا اللہ کا کام ہے۔ہم اپنا کام تو کریں۔ جو معاف کرنے اور مٹانے کا کام ہے وہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔گمان اچھا ہو تو تمام مسئلے حل۔اللہ تعالیٰ ہمارے گمان کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں اگر گناہ کو چھوڑنے پر قدرت نہیں ہو رہی تو استغفار مت چھوڑیں کہ حضورﷺ نے فرمایا"جو استغفار کرے وہ (گناہ پر) اصرار کرنے والوں میں شمار نہیں ہوتا۔

گنہگاروں کیلئے خوشخبری:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،اگر تم بالکل گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارا وجود ختم کر دیں گے اور ایسے لوگوں کو پیدا کر دیں گے کہ جو گناہ کریں پھر استغفار کریں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے"۔

استغفار،توبہ اور اصلاح احوال اقتباس ازمقصودِحیات (قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ نفس لگا دیا ہے جس کی ان گنت خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہوا انسان اگر اپنے خالق و مالک ہی کو بھول جائے تو وہ اس عالمِ رنگ و بو میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ اسے یہ بھول ہی جاتا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، مجھے کہاں جانا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوقات سے برتر اور منفرد اپنی محبت کا جوہر عطا فرمایا تو اس کی پرکھ اور آزمائش کیلئے شیطان اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اولادِ آدم کے خلاف اپنا منشور بیان کرتے ہوئے کہا کہ" میں بھی صراط مستقیم پر ان کیلئے بیٹھوں گا اور انسان کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے آؤنگا اور تو ان میں اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا"۔(الاعراف ۔16 تا 17)

اس خارزارِ حیات میں نفس اور شیطان کی وجہ سے ہر ہر قدم پر انسان کو راہِ حق سے ہٹانے کے سامان موجود ہیں۔جن کی وجہ سے اس سے کوتاہیاں اور لغزشیں سرزد ہوتی اور بار بار ہوتی ہیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تمام بنی آدم خطا کار ہیں لیکن بہتر خطا کار وہ ہے جو اپنے گناہوں سے فوراً توبہ کر لیتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف) توبہ کی فضیلت میں یہ بھی آپ کا فرمان عالیشان ہے کہ "اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس بدوی کی نسبت زیادہ خوش ہوتے ہیں جسے خطرناک جنگل میں نیند آ جائے اور جب جاگے تو اپنے اونٹ کو جس پر اس کا زادِ راہ اور سرمایہ لدا ہوا تھا موجود نہ پائے۔وہ گھبرا کر اس کی تلاش شروع کر دے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ حال ہو جائے کہ بھوک پیاس کے سبب موت کا خطرہ لاحق ہو جائے۔وہ مایوس اور مرنے کیلئے تیار ہو کر اپنی جگہ پر واپس آ جائے اور سو جائے۔اچانک اس کی آنکھ کھلے تو اس کا اونٹ بمع سامان کے موجود ہو۔جس کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہے"۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت یہ بھی ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کفار، منافقین اور گنہگار مسلمین کیلئے کھلا رکھا ہے وہ جب چاہیں اپنی سرکشی اور غفلت کو چھوڑ کر اس کی مغفرت اور رحمت کے دامن میں پناہ لے سکتے ہیں۔

توبہ کی اصل اپنے گذشتہ اعمال پر ندامت و شرمندگی کا اظہار اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی گزارنے کے عزم کا نام ہے۔ جو انسان گنہگاری کی روش چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور منہ سے توبہ توبہ کی تکرار کرتا ہے وہ گویا اللہ کے حضور توبہ کا مذاق اڑاتا ہے۔ سب سے مقدم اِستغفار یعنی گذشتہ گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے۔ اس کے بعد توبہ ہے یعنی سرکشی کی روش ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی حدود کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ۔ جب زندگی کا رُخ بدلے گا، ارادے نیک ہو جائیں گے تو اعمال و احوال میں بھی یقینی تبدیلی آئے گی۔ انسان کے اندر اس طرح کی انقلابی تبدیلی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے دل میں اپنی اصل اور مقصودِ حیات کی حقیقت روشن ہو جائے اور خلافِ شریعت زندگی گزارنے کے روحانی نقصانات اور اپنی منزل سے دور ہو جانے کا احساس پیدا ہو جائے۔

اہلِ ایمان کیلئے یہ بات کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اللہ کے احکام کو نظر انداز کرتے رہیں اور نفس کے غلام بن کر رہ جائیں یا شیطان کے اس فریب میں آ جائیں کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے اور توبہ کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے اس لئے جوانی میں کسی نہ کسی طرح دنیا کا مال اکٹھا کر لیں چاہے وہ رشوت، چوری اور سمگلنگ کے ذریعے ہی سے کیوں نہ ہو۔ پھر آخری عمر میں حج پر چلے جائیں گے اور توبہ کر کے سارے گناہ معاف کرا لیں گے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''ایک بندہ دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد پریشان بالوں اور غبار آلود کپڑوں کے ساتھ بیت اللہ کے سامنے ہاتھوں کو بلند کئے یا ربّ! یا ربّ! پکارتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی پکار نہیں سنتا۔ کیونکہ اس کا لباس حرام کا ہے، اس کی غذا حرام کی ہے اور اس کے جسم کی پرورش حرام سے ہوئی ہے''۔ شیطان کے اس طرح کے

مکروفریب سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔غیر یقینی زندگی کے بھروسہ پر توبہ کوالتواء میں ڈالے رکھنااور حرام کی کمائی سے حج مقبول کی اُمید رکھنانفس کا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔اس طرزِعمل سے رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

(ترجمہ)"بے شک جولوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور پھر کفر کی روش میں بڑھتے چلے گئے ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔جولوگ کافر ہوگئے اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے وہ اگر بدلے میں زمین بھر کر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ان لوگوں کیلئے دُکھ دینے والا عذاب ہوگا اوران کی کوئی مدد نہیں کرے گا"۔(آل عمران 90 تا 91)

"اللہ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں۔پھر جلد توبہ کرلیتے ہیں۔پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر برے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوتو اس وقت کہنے لگے کہ "میں اب توبہ کرتا ہوں"۔اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مریں۔ایسے لوگوں کیلئے ہم نے عذاب الیم تیار کررکھا ہے"۔(النساء۔17 تا 18)

"اور وہ لوگ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور وہ جان بوجھ کر اپنے اعمال پر اڑے نہیں رہتے"۔(آل عمران۔135)

توبہ کی اقسام اور مدارج کا بیان:

کچھ انسان تو اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم پر آتے ہی نہیں مثلاً کفار ومشرکین۔ کچھ اہل ایمان اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق اللہ کی راہ میں کوشش کرنے کی بجائے غفلت اور سستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔اس لئے ہر طبقے کی توبہ کے مدارج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔کفار کی توبہ یہ ہے کہ کفر کے اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آجائیں۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ **اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُوْلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاo** (الفرقان۔70)

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

منافقین جو بظاہر ایمان لے آتے ہیں لیکن سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔وہ نمازیں بے دلی کے ساتھ صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے ادا کرتے اور اللہ کا ذکر بھی بہت کم کرتے ہیں۔ (النساء۔142)

اس قسم کے دھوکے انجان انسانوں کو تو دیئے جا سکتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ جو سینوں کے بھید جاننے والا ہے اس کے ہاں تو خالص دین ہی قبولیت پاتا ہے۔چنانچہ منافقین کی توبہ کے بارے میں قرآن پاک سورۃ النساء۔145 تا 146 ارشاد ہوا:۔

ترجمہ: ''کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے اور آپ ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کرلیا تو ایسے لوگ مومنین کے زُمرے میں ہونگے اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا اجر عطا فرمائے گا''۔

اب اہل ایمان کی توبہ کا ذکر ہے کہ جب ان سے نادانی یا بھول کی وجہ سے کوئی خطا یا گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کرکے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوْا السُّوْءَ بِجِهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌo (النحل۔119)

''پھر جن لوگوں نے نادانی سے کوئی برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے تو تمہارا ربّ اس حال کے بعد انکو بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے''۔

مذکورہ گروہوں کی توبہ سے کافی مختلف اونچے درجے کے ایمان والوں کی توبہ کے مدراج ہیں

اللہ والوں کی توبہ کبر وریاء اور ہوا وہوس جیسی قلبی بیماریوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غفلت اور سستی سے بھی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اپنے درجہ کمال یا مقام محمود سے پہلے کسی مقام پر رک جانے سے بھی توبہ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قرب ودیدار اور اس کی رضا کے طالبوں کی توبہ گناہوں کی بجائے ان کوتاہیوں سے ہوتی ہے جو اس کے قرب کے حصول میں سرزد ہوجاتی ہیں۔

ان سب سے بلند اور ہمارے گمان وقیاس سے ماوراء اللہ کے رسول ﷺ کے استغفار اور توبہ کا معاملہ ہے اور عام انسانوں سے اس کی کوئی مماثلت نہیں ہوتی۔اس لئے ادب کا تقاضہ یہی ہے کہ اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانے سے باز رہا جائے۔

قوم کی اجتماعی توبہ:

قرآن کریم ہمیں اس حقیقت سے بھی آگاہ کرتا ہے کہ ایمان لانے والی اُمتیں بھی آہستہ آہستہ راہ راست سے ہٹ جاتی ہیں۔چنانچہ اہل کتاب کے حالات میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کی تعلیم کے خلاف عقائد گھڑ لئے اور گمراہ ہوگئے۔انہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کرکے اپنی بداعمالیوں کیلئے مقدس جواز پیدا کئے اور زوال سے دوچار ہوئے پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ ذلت کی دلدل سے نکلنے کی جدوجہد سے بھی دستبردار ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انتباہ کرتے ہوئے سورۃ حشر کے آخری رکوع میں فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو اللہ کو بھول گئے جس کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اپنا آپ بھلا دیا۔یہی لوگ فاسقین یعنی نافرمان ہیں''۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے امت کو راہ راست پر رکھنے کے لئے فرمایا:

اَلدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ ''دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے''۔لیکن جب ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے

محبت کرنے اور آخرت کی زندگی کو ترجیح دینے کی بجائے دنیا ہی کو اپنا مطلوب و محبوب بنالیا تو پھر ہمیں موت سے خوف آنے لگا۔اس طرح نبی کریمﷺ کی پیشگوئی ہم پر صادق آ گئی کہ ''ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافر تم پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک دوسرے کو ایسے بلائیں گے جیسے کھانے کی دعوت پر بلاتے ہیں ۔صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد اتنی کم ہوجائے گی؟حضورﷺ نے فرمایا کہ نہیں ۔تعداد میں تم آج سے کہیں زیادہ ہوگے ۔صحابہؓ نے دریافت کیا کہ پھر کفار کیونکر ایسی جرات کریں گے؟حضورﷺ نے فرمایا ''اس لئے کہ تم میں ''وہن'' پیدا ہوجائے گا اس کی تشریح یوں فرمائی کہ دنیا سے محبت اور موت کا ڈر۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف زندگی گزارتے ہوئے بھی ہم اس کی نصرت کے منتظر رہتے ہیں جسے اس نے کردار کے ساتھ مشروط کررکھا ہے ۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے کہ میرے آخری رسولﷺ کے بعد میرے دین کو دوسری اقوام تک پہنچانے ، انسانیت کی اصلاح وفلاح اور زمین پر عدل ومساوات قائم کرنے کا فریضہ اُمت مسلمہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ ہمارے اسی طرح کے گھناؤنے کرتوتوں اور واضح احکام کی کھلی خلاف ورزیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں بار بار جھنجھوڑتی ہے تا کہ کسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں ۔

اگر ہم خشک سالی، زلزوں،سیلابوں،فصلوں میں کمی ،گاڑیوں اور آتش زندگی کے حادثات وغیرہ کو عبرت کا تازیانہ سمجھنے کی بجائے موسمی حالات اور مظاہر فطرت کی طرف منسوب کردیں اور اللہ کے سامنے سرنگوں نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ نے استغفار اور توبہ کرنے والی قوموں کو دنیوی خوشحالی، نعمتوں کی فراوانی اور مادی قوت عطا کرنے کا جو وعدہ فرمارکھا ہے ۔''نوح علیہ السلام نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغات عطا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا''۔(نوح ۔10تا12)

فیصلہ ہمارے ہاتھوں میں ہے کہ گزشتہ طرزِ عمل سے چمٹ کر مزید ذلت اُٹھائیں یا اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اس کے آئین کو نافذ کر کے اس ملک خدا داد کو ایک مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنا کر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حقدار بن جائیں اور دنیا و آخرت میں عزت پائیں۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری رعایا کے مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت تک محدود نہیں ہوتی بلکہ شریعت پر عمل کو سہل بنانا اور ان کے ایمان کی حفاظت کرنا بھی ہوتی ہے۔ اِس کیلئے پوری قوم کو اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ گذشتہ سرکشی اور نافرمانی کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوگی اور آئندہ اس کے آئین حیات کو زندگی کے ہر شعبہ پر نافذ کرنے کا عہد کرنا ہوگا۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ o (ھود۔90)

''اور تم سب اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ بے شک میرا ربّ رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے''۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ o (التحریم۔8)

''اے ایمان والو اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کے اثرات تم سے دور کر دیگا۔ اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں داخل کریگا''

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o (النور۔31)

''اے ایمان والو تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت آنے سے پہلے ہی اطاعت شعاری کی راہ اختیار کر لو ورنہ پھر نہ تو واپس لوٹنے کی مہلت ملے گی اور نہ ہی پچھتاوے سے کچھ حاصل ہوگا۔

﴿ترانہء توحیدیہ﴾

هر وقت تصوّر ہے تیرا ، ہر وقت سرور و مستی ہے
تم خود ہو مجسمِ میخانہ، آنکھوں سے شراب برستی ہے
ذرا گھونگھٹ رُخ سے اُٹھا جانا، تیری دید کو آنکھیں ترستی ہیں
بَھلا اس میں بگڑتا ہے کیا تیرا، میرے دل کی دنیا بستی ہے
ساغر میں کہاں یہ رنگینی، صہبا میں یہ ساقی کیف کہاں
یہ تیری نظر کا صدقہ ہے ، یہ تیری نظر کی مستی ہے
مخمور جوانی میں کوئی فردوس بداماں آتا ہے
گلشن کی فضائے ہستی میں پھولوں کی شراب برستی ہے
اے جانِ تمنّا جانِ حزیں، اے حاصلِ ایماں حاصلِ دیں
قربان میں تیرے قدموں پہ کیا دل کیا دل کی ہستی ہے

دعائے مغفرت

ملتان کے بھائی جناب حمید اللہ شاہ کی والدہ، سید محمد امین شاہ کی بھابھی اور بستی دین پور ملتان کے بھائی محمد ذوالقرنین کے چچا وفات پا گئے ہیں (ان للہ و انا الیہ راجعون) سب بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرارورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکان راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔
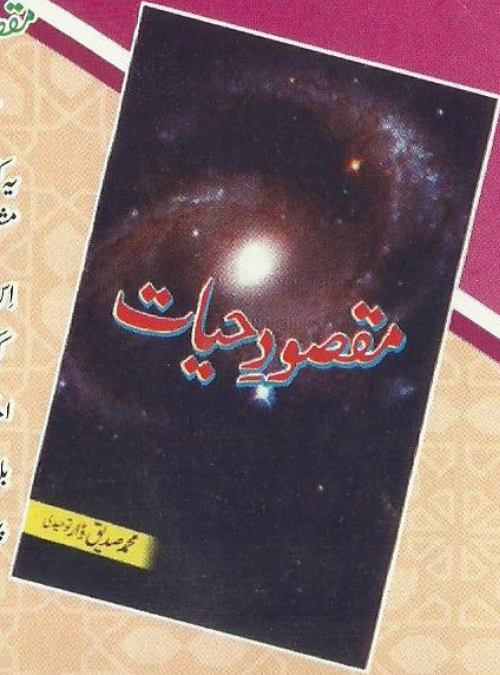
فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف ان کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔
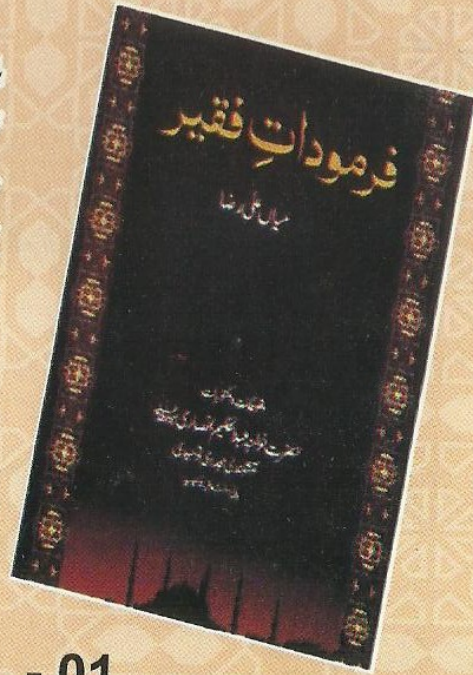
Reg: CPL - 01

Website:www.toheedia.net